بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

New Era Magazine

پیش لفظ:

اسلام و علیکم میرے پیارے قارئین!!! میں حاضر ہوں ایک نئی کہانی "میرا نصیباں" کے ساتھ۔ اُمید ہے آپ سب کو پسند آئے گی۔ اس کہانی کو لکھنے کا مقصد ہے کہ ہم اور ہمارا سماج اجاگر ہو۔ یہ کہانی ہے لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے۔ میں شکر گزار ہوں میری پیاری ریڈرر باب کی جنھوں نے میری توجہ اس ٹاپک کی جانب مبذول کروائی۔ عموماً آج کے دور میں والدین لڑکیوں کی پڑھائی کو ترجیح تو دے رہے ہیں لیکن کیا ہم اتنی ہی توجہ پر اُن پر دھیان دیں پارہے ہیں۔ اپنے بچوں کا کسی اسکول میں داخلہ تو کروادیتے ہیں لیکن کیا کبھی یہ جاننے کی کوشش کی کہ ہمارا بچہ کیا سیکھ رہا ہے؟؟ اُس کی توجہ پڑھائی کی جانب ہے بھی یا نہیں آیا وہ بس نام کو روزانہ اسکول آ اور جا رہا ہے۔ میں یہ بات اپنی خود ساختہ بنائی ہوئی نہیں کہہ رہی ہوں۔ میں نے ایسی بھی ماؤں کو دیکھا ہے، جو اپنے بچوں کو اسکول تو پڑھنے کے لیے بھیج رہی ہیں لیکن اس بات پر دھیان ہی نہیں دیتیں کہ ہمارا بچہ یا بچی اسکول جا رہے ہیں تو کیا وہ صحیح پابندی سے پڑھائی کر رہے ہیں؟؟؟ یا بس اسکول جانا ہے تو جا رہے ہیں پھر پڑھنا آیا تو آیا ورنہ نہ آیا، اسکول تو جا رہے ہیں ناں؟؟ کیا اس بات سے ہمارا فرض پورا ہو جاتا

ہے؟؟یہیں بات آج اس کہانی کے ذریعے بتانا چاہتی ہوں۔ایک بچے کی پہلی درس گاہ اُس کی ماں کی گود ہوتی ہے،اس لیے ایک عورت کا،ماں کا پڑھا لکھا ہونا بہت ضروری ہے۔ایک لڑکی نسلوں کی امین ہوتی ہے،اُسی سے نسلوں کی آبیاری ہوتی ہے۔ایک ماں پڑھی لکھی ہو گی تو اولاد کی صحیح تربیت کر پائے گی...اپنی اولاد کو صحیح اور غلط کا فرق واضح کرنا سکھا پائے گی۔آج ہمارے سماج کے خود ساختہ بنائے گئے مفروضے کہ بیٹی کو پڑھا لکھا کر کیا کرنا ہے...چولہا چکی میں ہی تو جھونکنا ہے...اسے ہم نے کون سا نوکری کے لئے بھیجنا ہے کیوں...آخر ایسی باتیں کیوں؟؟ہر لڑکی اسی لیے تو نہیں پڑھتی کہ وہ نوکری کرے،وہ تو شعور حاصل کرنے کے لیے پڑھتی ہے۔

محبت میں فریقین کا ایک دوسرے کا ساتھ دینا،ایک دوسرے کے فیصلوں کو ترجیح دینا بہت ضروری ہوتا ہے تب ہی ازدواجی زندگی کی گاڑی اپنی صحیح راہوں پر گامزن رہتی ہے ڈگمگاتی نہیں اس کہانی میں آپ ملیں گے ایسے ہی کچھ کرداروں سے۔

نامکمل کرداروں کی مکمل داستاں۔۔۔محرمیوں کی شکار،نصیب کے لکھے پر یقین رکھنے والی لڑکی۔۔۔رب سے نیک ہمسفر کی متمنی اپنی ذات کے لیے بھی اتنی ہی استقامت اور اچھائیاں مانگتی ہے۔۔۔اپنے ہمسفر سے عزت،توجہ اور محبت کی توقع رکھتی ہے۔۔۔آپسی رشتے میں محبت سے زیادہ خلوص،وفاداری،پاسداری،دیانت

New Era Magazine

داری کو ترجیح دینے والا لڑکا۔۔۔دو فریقین میں مساوی حقوق کا قائل۔۔۔اپنی خوشیوں کے ساتھ ساتھ دوسرے فریق کی خوشیوں کو عزیز رکھنے والا۔۔۔پارس انصاری اور زوہیب شاہ کی کہانی جو مکمل کرتے ہیں ایک دوجے کو۔۔۔۔

اس کہانی کے تمام کردار فرضی ہیں۔ حقیقی زندگی سے ان کرداروں کا کوئی تعلق نہیں۔

(احمرین شیخ)

****

New Era Magazine

ملیں گی ہم کو بھی اپنے نصیب کی خوشیاں

بس انتظار ہے کب یہ کمال ہونا ہے..........!!!!!!!!

****

صبح کے دس بج رہے تھے۔ صحن میں سورج کی کرنیں پھیل چکی تھیں۔اتنی صبح صبح بھی سورج آگ برسا رہا تھا۔ایک کونے میں تخت رکھا تھا اُسی سے تھوڑی دوری پر جھولا لگا ہوا تھا۔ گرمیوں کی اس تپتی دھوپ میں باورچی خانے کے کام سے فارغ ہو کر کندھے کے ایک سائیڈ پر دوپٹہ ڈالے دوسری سائیڈ سے کمر پر باندھے وہ صحن میں جھاڑو لگا رہی تھی۔ چہرے پر بار بار بالوں کی لٹیں آتی تو وہ اُنہیں جھنجلا کر پیچھے کر دیتی۔ گرمی کی تمازت سے اُس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔شدید گرمی کے باعث پیشانی پر پسینے کے چند قطرے نمودار ہو رہے تھے۔وہ اپنے کام میں مگن تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔اس نے ایک لمبی سانس خارج کی پھر جھاڑو وہی چھوڑ کر دوپٹہ کی گراہ کھولی اور دوپٹہ ٹھیک سے اپنے سر پر لیا۔ مسلسل ہونے والی دستک اب زور پکڑ چکی تھی۔

"کون ہے بھئی... آ رہی ہوں...." زور سے ہانک لگا کر اُس نے دروازہ کھولا تو سامنے کوئی اٹھارہ سال کی لڑکی کھڑی تھی۔اُسے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"پارس آپی... میں کب سے دروازہ بجائے جا رہی ہوں۔ کہاں تھیں آپ، اتنی دیر کر دی۔" ثانیہ نے منہ بسور کر کہا اور پارس کے جگہ دینے پر اندر داخل ہوتے ہی سامنے رکھے جھولے پر جا بیٹھی۔

"لڑکی صبر نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے جو تم میں بالکل نہیں۔" مسکرا کر کہتے ہوئے اُس نے دروازہ بند کیا پھر نلکے کے نیچے ہاتھ دھو کر اپنے دوپٹے کے پلو سے صاف کیا اور اُس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں تو کتنی گرمی ہے باہر... اب مجھے پگھلنا تھوڑے ہی تھا۔" شرارت سے کہتے ہوئے اُس نے دوپٹے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر پنکھے کی طرح ہلایا۔

"اچھا اچھا میری ماں تم سے باتیں بنانے میں کوئی نہیں جیت سکتا۔ یہ بتاؤ کیا کام تھا جو اتنی جلدی میں ہو تم؟" پارس نے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے پوچھا۔

"پارس آپی میری ٹیچر نے ایک فارم دیا ہے، اسے فل کرنا ہے جو انگلش میں ہے۔ میں نے فل تو کر لیا ہے لیکن کچھ پوائنٹ ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آ رہے، آپ کی ہیلپ

New Era Magazine

چاہیے تھی آپ تھوڑی مدد کر دیں گی میری۔"ثانیہ اپنی ہی دھن میں تھی اُس نے جلدی سے فارم اُس کی طرف بڑھایا لیکن پارس نے تھاما ہی نہیں۔ وہ حسرت سے اُس پر لکھی گئی تحریر کو دیکھے گئی۔ جس سے وہ بالکل ناآشنا تھی۔

"کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہیں۔ پکڑیں جلدی۔" پارس کو کوئی حرکت نہ کرتے دیکھ کر وہ بول پڑی۔

"معاف کرنا ثانیہ میں تمہاری مدد نہیں کر پاؤں گی کیوں کہ مجھے انگلش آتی ہی نہیں، بالکل نابلد ہوں اس سے۔" آخر میں اس کا لہجہ حسرت بھرا تھا۔

"م۔۔مجھے یہ فل کرنے نہیں آئے گا ثانیہ۔" اس وقت اُسے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہونے کا احساس پھر عود کر آیا تھا۔ یہی بات اس کی سب سے بڑی کمزوری اور محرومی تھی۔ اپنے تاثرات چھپانے کے لیے فوری طور پر اس نے زبردستی کی مسکان اپنے چہرے پر سجائی۔

"پارس آپی آپ کو ان آٹے دال کے بھاؤ کے سوا کچھ نہیں آتا۔ آپ تو پکی والی گھریلو خاتون ہیں جبکہ آپ کی عمر کی لڑکیاں کالج اور یونی میں ہوتی ہیں۔" ثانیہ ایک بہت باتونی لڑکی تھی۔ بنا سوچے سمجھے کچھ بھی بول دیا کرتی تھی اور ہر وقت بات کے آخر میں اسے اپنے کہے کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس وقت بھی یہ ہی صورت حال ہو گئی تھی۔

ثانیہ کی بات پر پارس کے چہرے پر کچھ پل پہلے ابھری ہوئی مسکراہٹ کی جگہ اب تاریکی نے لے لی تھی۔

"ہاں ثانیہ میرا نصیباں ہی ایسا ہے۔نام تو میرا پارس بڑے پیار سے رکھا ہے میری ماں نے لیکن افسوس قسمت میری ویسی نہیں۔"افسردگی سے کہتے ہوئے اُس نے ایک سرد آہ بھری۔اس وقت ایک مجروح مسکراہٹ نے اُس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

ثانیہ کو اپنے کہے گئے لفظوں پر پچھتاوا ہوا تھا۔من ہی من میں اُس نے اپنے آپ کو سرزنش کی۔

"اوہ!!!سوری مجھے پتہ نہیں تھا،یوں اداس تو نہ ہوں آپ۔میں اپنے بڑے بھیا سے فل کروالوں گی۔"

"ویسے آپ کے ہاتھوں میں بہت ذائقہ ہے۔"ماحول کو ہلکا کرنے کی غرض سے اُس نے کوئی اور موضوع چھیڑ دیا۔اپنی پارس آپی کو وہ غمزدہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"تو آؤ پھر میں اپنی چھوٹی کو اپنے ہاتھوں کے بنے گرما گرم پراٹھے کھلاتی ہوں۔"اپنے آواز میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ ماہر تھی اپنے احساسات چھپانے میں۔

"نہیں۔۔آپی اس وقت نہیں۔۔۔مجھے اسکول جانے کے لیے دیر ہو رہی ہے۔میری اماں ابھی میرے نام کی پکار لگاتے ہوئے حاضر ہو جائے گیں۔۔انشاءاللہ پھر کبھی سہی۔۔جلدی میں ہوں اس لیے منع کر رہی ہوں ورنہ کون کمبخت آپ کے ہاتھوں کا لذیذ کھانا کھانے سے منع کر سکتا ہے۔اور ہاں یاد آیا،آج شام میں میلہ لگنے والا ہے نا؟میں تو بہت ایکسائٹیڈ ہوں پہلی بار کوئی میلہ دیکھوں گی۔آپ آرہی ہیں ناں شام میں گاؤں کے میلے میں؟"عجلت میں کہتے ہوئے وہ جھولے سے اٹھی اور اپنے آخری سوال پر اُمید بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"نہیں گڑیا...میں نہیں آپاؤں گی...امّاں بالکل بھی اجازت نہیں دیں گیں اور اگر ابا کو خبر ہوئی تو جان ہی نکال دیں گے میری۔"سہولت سے اس نے سے انکار کیا۔

"ٹھیک ہے۔۔کوئی بات نہیں میں اپنے فون میں ویڈیو بنالاؤں گی اور آپ دیکھ لینا۔۔کیسا آئیڈیا ہے؟"اپنے اس نئے آئیڈیا پر ثانیہ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا تھا۔وہ پارس سے تائید چاہ رہی تھی اور اُس کے اس بچپنے پر پارس ہنس دی تھی۔

"بہت اچھا ہے چھوٹی،اب جاؤ جلدی ورنہ لیٹ ہو جاؤ گی۔"

"ارے ہاں!!!مجھے لیٹ ہو رہا ہے۔میں چلتی ہوں اللہ حافظ۔"اپنے سر پر ہاتھ مار کر وہ باہر کی جانب چلی گئی۔

New Era Magazine

****

ثانیہ کے جانے کے بعد پارس نے دروازے کی کنڈی چڑھائی اور سست روی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آکر بیڈ سے ٹیک لگا کر گھٹنوں کے گرد بازوں لپیٹے بیٹھ گئی۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن آنسوں اُس کی آنکھوں کو بگھو رہے تھے۔اپنے باپ کے کہے گئے جملے اُس کے دل و دماغ پر اب بھی نقش تھے۔وہ کیسے بھول سکتی تھی،اپنے باپ کے نام نہاد اصولوں اور جہالت بھری باتوں کو ان ہی باتوں کی وجہ سے تو اُس کا مستقبل تاریکی کی نظر ہوا تھا۔ماضی کسی فلم کی طرح اُس کی آنکھوں کے سامنے چل رہا تھا۔

"ابا میں بھی ہائی اسکول جانا چاہتی ہوں۔مجھے بھی مراد بھائی کی طرح آگے پڑھنا ہے۔" بچپن میں ایک دن اُس نے اپنی خواہش ظاہر کی تو اکرام صاحب آگ بگولا ہو گئے تھے۔

"خبر دار جو تم نے اب پڑھائی کا نام بھی لیا تو۔یہ ساری پٹیاں کون پڑھا رہا ہے تمہیں۔کیا تم نے دیکھا ہے کبھی ہمارے خاندان،برادری کی کوئی لڑکی پڑھنے کے لیے گھر سے باہر نکلی ہو؟صرف تمہاری ماں کی ضد وجہ سے میں نے تمہیں سات جماعتیں پڑھوائی ہیں اس سے آگے کی توقع مت رکھنا۔کیوں سماج میں برادری والوں کے سامنے میری عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتی ہو؟عورت گھر کی چار دیواری میں ہی اچھی

لگتی ہے۔ تعلیم حاصل کر کے اُس کا دماغ خراب ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔"اُن کی دھاڑ پر وہ بچی سہم کر پاس کھڑی ماں کے سینے سے جا لگی۔

"زاہدہ میری بات کان کھول کر سن لو۔ خبردار جو تم نے اسے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے خواب دکھائے۔اسے چولہا چکی میں جھونکو۔ سسرال میں جا کر کہیں میری ناک نہ کٹوادے یہ لڑکی۔یہ جو بھوت سوار ہوا ہے ناں اس کے سر پر یہ جلد از جلد اتر جانا چاہیے ورنہ میں اس کی عمر نہیں دیکھوں گا اور رخصت کروادوں گا سمجھی تم۔"وہ بول نہیں رہے تھے دھاڑ رہے تھے۔زاہدہ نے اپنی خوف زدہ بچی کو اپنے آپ میں سمیٹ لیا۔کچھ بولنے کی چاہ میں زاہدہ کچھ بول ہی نہ سکیں۔وہ اگر بولتی تو زبان دراز کہلاتیں۔ غصیلی نگاہ ان دونوں ماں بیٹی پر ڈال کر وہ باہر چلے گئے۔انہوں نے اپنے شوہر سے پارس کے پرائمری میں داخلہ دلوانے کے لیے بہت منت سماجت کی تھیں تب جا کر وہ راضی ہوئے تھے۔

اکرام صاحب لڑکیوں کو تعلیم دلانے کے خلاف تھے۔اُن کی نظر میں عورت صرف چار دیواری میں رہنے،اپنے باپ،بھائی اور شوہر کی خدمت کرنے والی کوئی مخلوق تھی۔ جس کے کوئی احساسات ہی نہیں۔اُن کا نظریہ تھا کہ تعلیم عورت کو باغی اور خود سر بناتی ہے جبکہ تعلیم تو زندگی جینے کا شعور سکھاتی ہے۔ان کی برادری میں لڑکیوں پر

تعلیم کے دروازے بند تھے البتہ لڑکوں پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔ان کے ہاں لڑکے اور لڑکی کا خاندان سے باہر شادی کرنے کا قطعی کوئی رواج نہیں تھا۔اپنی فرسودہ روایات پر انہیں فخر تھا۔گاؤں میں ایک پرائمری اسکول تھا جس کا تعلیمی نظام بھی اچھا نہیں تھا۔اس ادارے کے اساتذہ خود اپنے پیشے کو لے کر مخلص نہیں تھے۔بہت کم لوگ تھے جو اپنی بچیوں کو پرائمری اسکول پڑھنے دیتے تھے ورنہ گھر گرہستی ہی ان کا نصیب ہوا کرتی تھی۔ہائی اسکول گاؤں سے کچھ دوری پر سنسان علاقے میں تھا جہاں گاؤں کے لوگ لڑکیوں کو پڑھنے بھیجنے کے حق میں نہیں تھے۔اعلیٰ تعلیم کے لیے لڑکے گاؤں سے باہر شہر میں جا سکتے تھے جبکہ لڑکیاں سات جماعتیں ہی پڑھتی تھیں بعض تو اتنی بھی نہیں پڑھ پاتی تھیں۔اردو، ہندی اور مراٹھی تو جیسے تیسے پڑھ لیتی تھیں جبکہ انگریزی زبان سے بالکل نابلد تھیں۔

"نہ میری بچی نہ روتے نہیں۔میری پارس تو میری بہادر بیٹی ہے ناں۔" زاہدہ نے اس کے آنسوں اپنے دوپٹے کے پلو سے صاف کیے۔اُن کی اپنی آنکھوں سے بھی آنسوں بہہ رہے تھے۔وہ بھی اپنی بیٹی کو آگے پڑھانا چاہتی تھی لیکن اپنے شوہر کے آگے بے بس تھیں۔

New Era Magazine

"امّاں تم کیوں روتی ہوں۔ میں اب کبھی کچھ نہیں کہوں گی کوئی ضد نہیں کروں گی۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گی جو ابا کو پسند نہ ہو۔" اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اُس نے اپنی ماں کے آنسوں پونچھے تو اپنی اس صابر بیٹی کو دیکھ کر زاہدہ نے اُسے پھر سے خود میں بھینچ لیا۔ وہ اتنی لاچار و بے بس عورت تھیں کہ اپنے اور اپنی بیٹی کے لیے، اپنے حق کے لیے آواز بھی نہیں اٹھا سکتی تھیں۔

اکرام انصاری اور زاہدہ کے دو بچے تھے بڑا بیٹا مراد اور اس سے چھوٹی پارس۔ وہ ایک فیکٹری میں ورکر تھے۔ اپنی کسمپرسی کی زندگی جی رہے تھے۔ سر چھپانے کے لیے خود کی چھت تھی۔ وہ خوددار تھے۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا اُنہیں بالکل منظور نہیں تھا۔ زندگی اپنی ڈگر پر چل رہی تھی۔ اکرام انصاری کا سب سے بڑا خواب اپنے بیٹے مراد کو پڑھا لکھا کر ایک بڑا آدمی بنانا تھا۔ اُن کا وہ لاڈلا تھا، بیٹے کی محبت میں جو تھوڑی بہت نرمی اور محبت بیٹی کے لیے تھی وہ بھی پس منظر میں کہیں چلی گئی تھی۔ بیٹی کو کبھی اُنہوں نے وہ محبت دی ہی نہیں جو اُس کا حق تھی۔ کبھی اُس کے سر پر پیار سے ہاتھ نہیں رکھا، کبھی اُسے سینے سے نہیں لگایا، کبھی اُس کے کسی کام پر اُس کو نہیں سراہا۔ بچپن سے وہ اپنی باپ کی بے رخی اور لاتعلقی سہہ رہی تھی اُسے تو جیسے اب عادت سی ہو گئی تھی۔ اپنے باپ کی تمام تر بے مروتی کے باوجود وہ اُن کا ہر کام کیا کرتی

تھی۔ کیا کرتی بیٹی تھی، بیٹی کا دل رکھتی تھی۔ دل میں بے پناہ پیار اپنے باپ کے لیے چھپائے ہوئی تھی۔ بچپن میں جب وہ کسی باپ کو اپنی بیٹی کی انگلی تھامے لے جاتے دیکھا کرتی تو ایک حسرت سی اٹھتی کہ کاش وہ بھی اپنے باپ کی انگلی تھام کر کہیں جا سکے۔ پورے حق سے اپنی ہر بات باپ سے منوا سکے۔ جو کھلونا اُسے پسند ہو وہ زبردستی اپنے باپ کو خریدنے کے لئے کہے۔ جب اُس کا باپ بازار سے لوٹے تو کبھی اُس کے لیے بھی چیزیں لائے اور وہ اپنی سہیلیوں کو فخر سے دکھا سکے۔ لیکن یہ سارے خواب اُس کے خواب ہی رہے کبھی تکمیل کو نہیں پہنچے، ہمیشہ ایک حسرت ہی رہی۔ اُس سے جب کوئی ذرا سی بھی غلطی سرزد ہو جاتی تو اُس کا باپ اُسے جھڑک کر رکھ دیا کرتا تھا۔ اکرام انصاری کی نظروں میں بیٹی کے لاڈ اٹھانا مطلب اسے سر چڑھانا تھا۔

****

وقت کا کام ہے گزرنا اور وہ گزرتا چلا جاتا ہے۔ پارس نے بچپن سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اپنے آپ کو گھر گرہستی کے کاموں میں مشغول کر لیا۔ اُس نے قرآن پاک اپنی محلے کی خالہ سے سیکھ لیا تھا۔ بچپن سے وہ سمجھدار تو تھی ہی لیکن اب اور زیادہ حساس ہو گئی تھی۔ اپنی ماں کی پرورش پر وہ کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دینا چاہتی

تھی۔اپنے آپ کو مصروف کرنے کے لئے اُس نے سلائی کڑھائی بھی سیکھ لی تھی۔وقت ملتا تو محلے والوں کے کپڑے بھی سی لیا کرتی۔سلائی کڑھائی اس کی ایک واحد مصروفیت تھی۔اس نے گھر کا پورا کام اپنے ذمے لے رکھا تھا۔اُس کی ماں اُس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی تھی۔اپنی ماں کی تعریفوں پر وہ مسکرا دیتی۔وہ تنہائی پسند تھی۔اس کی دوستی کا دائرہ بہت محدود تھا۔کسی سے اتنی گہری دوستی نہیں تھی کہ گھر آنا جانا لگا رہتا۔بھیڑ سے وہ گھبراتی تھی۔اعتماد تو اس میں سرے سے مفقود تھا۔وہ احساس کمتری کا شکار تھی۔بھری محفل میں اُسے جانے سے ڈر لگتا تھا۔اپنی ماں کے لاکھ کہنے پر بھی وہ لوگوں سے جلدی گھلتی ملتی نہیں تھی۔اُن ہی دنوں اُن کے پڑوس میں نئے لوگ رہنے آئے تھے جو ان کی برادری سے تعلق نہیں رکھتے تھے،بہت ہی ملنسار لوگ تھے۔اُن کا ایک بیٹا اور ایک ہی بیٹی تھی ثانیہ جس سے پارس کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی اور اس دوستی میں لاابالی سی ثانیہ کا ہی ہاتھ تھا،جو ابھی شہر کے ہائی اسکول میں پڑھتی تھی روزانہ وین سے آتی جاتی تھی۔وہ اپنی شرارتوں اور پیاری پیاری مزے کی باتوں سے پارس کو ہنسنے پر مجبور کر دیا کرتی تھی۔تھوڑے عرصے میں ثانیہ اسے بہت عزیز ہو گئی تھی۔

New Era Magazine

"آہ....!!! کتنی محبت سے میری ماں نے میرا نام پارس رکھا تھا۔وہ قیمتی پتھر جو کسی چیز کو چھو لے تو اُسے سونا بنا دے۔ لیکن... لیکن... میں تو وہ پتھر ہوں جو کسی چیز سے مس ہو جائے تو اُسے مٹی کر دے۔"اُس نے ایک سرد آہ بھری اور تمسخرانہ انداز میں کہہ کر خود گویا اپنا ہی مذاق اڑایا۔

"کیوں ابا آپ نے میری ایک خواہش پوری نہیں کی۔ صرف پڑھنا ہی تو چاہتی تھی میں۔ علم حاصل کرنے سے باغی کون ہوتا ہے؟ علم تو شعور بخشتا ہے۔زندگی جینے کا سلیقہ طریقہ سکھاتا ہے...ایک بار مجھ پر بھروسہ تو کیا ہوتا...آپ کا سر کبھی بھی نہ جھکنے دیتی۔"کتنا درد بھرا لہجہ تھا اُس کا۔آنسوؤں کا ریلا سا گالوں سے بہے جا رہا تھا۔

"پارس...او پارس..."اپنی ماں کی آواز پر اُس نے اپنے آنسوں دوپٹے کے پلو سے صاف کیے اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر ہانک لگائی۔

"آ رہی ہوں امّاں..."

اپنے منہ پر اُس نے پانی کے چھینٹے مارے اور باہر آ گئی۔جہاں زاہدہ کے ساتھ مراد بھی چارپائی پر بیٹھا نظر آ رہا تھا۔بہت حد تک اُس نے اپنے آپ کو نارمل کر لیا تھا، جس سے کسی کو بھی اُس کی ذہنی ابتری کا پتہ نہیں چل پاتا۔

New Era Magazine

"کہاں رہ گئی تھی... جا جلدی اور بھائی کے لیے ناشتہ لے آ، کالج کے لیے دیر ہو رہی ہے اسے۔" زاہدہ نے اُسے کہہ کر اپنے بیٹے کو ممتا بھری نظروں سے دیکھا جو اپنے فون میں مصروف تھا۔ بلیک جینز پر بلیک ہی شرٹ پہنے وہ بہت سوبر دکھائی دے رہا تھا۔

"جی امّاں ابھی لائی۔" دھیمی آواز میں کہہ کر وہ کچن میں چلی گئی۔

تھوڑی ہی دیر میں اُس نے مراد کے سامنے ناشتہ لگا دیا تھا۔ اپنے فون کو سائیڈ پہ رکھ کر وہ ناشتہ کر رہا تھا جب اکرام صاحب گھر میں داخل ہوئے۔ اُن کا چہرہ پژمردہ دکھائی دے رہا تھا۔ اُن کی حالت دیکھ کر پارس جھٹ سے آگے بڑھی۔

"کیا ہوا ابا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ اُن کا ہاتھ تھامنا چاہتی تھی لیکن اُن کے ہاتھ کے اشارے سے روکنے پر وہی رک گئی۔

"ہاں ٹھیک ہوں میں۔ بس ذرا کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ چکر آ گیا تھا، اسی لیے فیکٹری سے چھٹی لے کر آ گیا۔" کہہ کر وہ سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"اب کیسا محسوس کر رہے ہیں۔" زاہدہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"اب پہلے سے بہتر ہے طبیعت۔"

"ابا ڈاکٹر کے پاس چلیں جاتے۔" پارس نے اپنائیت سے کہا۔

New Era Magazine

"ضرورت محسوس ہوئی تو چلا جاؤں گا۔مجھے ایک گلاس پانی لا کر دو۔"اُن کے سرد مزاجی سے کہنے پر وہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔اُن کے اس روّیے کی تو وہ عادی تھی۔صبر کے گھونٹ بھر لیا کرتی تھی۔

"مراد بیٹا تمہارا رزلٹ ہے ناں آج؟"اکرام صاحب نے مراد سے پوچھا جس نے اب تک کی گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔جیسے اُسے اُن سب سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔ اسے یہ تک توفیق نہیں ہوئی کہ اپنے باپ سے اس کی خیریت ہی پوچھ لیتا۔

"ہاں ابا۔۔دوپہر تک رزلٹ آؤٹ ہو جائے گا۔"سرسری انداز میں اُس نے جواب دیا۔

"پھر آگے کا کیا سوچا ہے بیٹا نوکری پانی کے بارے میں۔۔؟میں تو اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔اپنی ماں اور بہن کا خیال بھی تو تمہیں ہی رکھنا ہے ناں۔چھوٹی بہن کو بھی رخصت کروانا ہے۔اس گھر کی ذمہ داریاں اب تمہارے کندھوں پر آجائے گیں۔" رسانیت سے کہہ کر اُنہوں نے اُمید بھری نظروں سے اُسے دیکھا۔

"او۔۔ابا پلیز!!!ابھی رزلٹ تو آنے دیں۔اور ابھی میری کون سی عمر ہے گھر کی ذمہ داریاں اٹھانے کی۔اپنی لائف انجوائے تو کرنے دیں مجھے۔"بیزاریت سے کہہ کر وہ اپنے فون کی بجتی رنگ پر کھانے سے ہاتھ روکے اٹھ کھڑا ہوا۔

اُس کے اس انداز پر دونوں دکھ سے اسے دیکھے گئے۔ کچھ کہہ کر وہ اپنی جوان جہان اولاد کو اپنے آپ سے بدزن نہیں کر سکتے تھے۔ پارس جو ابھی آئی تھی اپنے بھائی کی بات سن کر وہی کھڑی رہ گئی اور اپنے ماں باپ کے بجھتے چہروں کو دیکھا۔ مراد کی اس بے رخی پر اُسے غُصہ بھی بہت آتا تھا لیکن کچھ کہنے کی اُس میں ہمت کہاں تھی۔

"بیٹا کھانا تو پیٹ بھر کر کھا لیتے۔" زاہدہ نے اس کے بیچ میں ہی اٹھ جانے پر اُسے ٹوکا۔

"کھا چکا ہوں اماں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

اپنا بیگ اٹھا کر اُس نے کندھے پر ڈالا اور اکرام صاحب سے مخاطب ہوا۔

"ابا مجھے کچھ پیسے چاہیئے۔"

کچھ بھی کہے بنا اُنہوں نے خاموشی سے اُس کے ہاتھ پر نوٹ رکھ دیے تھے۔

"چلتا ہوں اللہ حافظ۔" الوداعی الفاظ ادا کر کے وہ باہر چلا گیا۔

پیچھے وہ تینوں اسے جاتا دیکھتے رہ گئے۔ پارس نے گلاس اپنے ابا کے سامنے کیا۔

"ابا یہ پانی۔"

"نہیں رہنے دو۔ اب پیاس نہیں ہے۔" اپنی جگہ سے اٹھ کر نڈھال سے انداز میں چلتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

پارس اپنی ماں کے ساتھ ہی بیٹھ گئی جو اُسی دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے ابھی ابھی مراد گیا تھا۔

"اماں پریشان نہ ہوں.. بھیا کا آج رزلٹ ہے ناں، اسی کے نتیجے کی فکر ہو گی۔ اسی لیے ایسی بات کر گئے۔" وہی تو تھی جو اُنہیں ڈھارس دیا کرتی تھی۔

"ہاں... ہاں... پریشان ہے بچہ... بس اللہ اُسے کامیاب کرے۔" وہ ماں تھی، اولاد چاہے جتنا بھی دل دکھائے لیکن ماں صرف دعائیں ہی دیتی ہے۔

مراد کا آج بی اے کا رزلٹ تھا۔ وہ ذہین تھا۔ اُس کے ماں باپ کی کئی امیدیں اُس سے وابستہ تھیں۔ ایک وہی تو تھا جو اُن کے بڑھاپے کا سہارا تھا۔ تنکا تنکا جوڑ کر اکرام صاحب نے اس کی تعلیم کے اخراجات اٹھائے تھے اور یہ سب مراد اپنا حق سمجھ کر وصول کیا کرتا تھا۔ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اُسے پیسہ چاہیئے تھا اور یہ پیسہ کہاں سے آئے گا۔ کس طرح آئے گا اُس کا دردِ سر نہیں تھا۔ وہ جو بھی چیز کی فرمائش کرتا اُسے دستیاب ہو جاتی تھی۔ اپنے والدین کی محبت کو وہ کبھی سمجھ ہی نہیں سکا۔ باپ سے پیسہ لے کر بے دریغ اڑایا کرتا۔ آج تک اکرام صاحب نے یہ تک نہ پوچھا کہ وہ ہر روز پیسہ کہاں خرچ کرتا ہے۔ اندھا اعتماد جو تھا اُنہیں اپنے بیٹے پر۔

****

"زاہدہ....زاہدہ....ارے بھئی ہو بھی یا نہیں۔" باہر سے آتی آواز پر زاہدہ کے چہرے پر خوشی کے رنگ دوڑ گئے تھے جبکہ پارس بے بسی اور افسردگی سے اپنی ماں کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔

"جا...پارس.... جلدی جا اور کلثوم آپا کے لیے چائے پانی کا انتظام کر... شاید آج کوئی اچھی خبر سننے کو مل جائے۔" وہ کسی اُمید کے تحت خوش نظر آرہی تھی لکین پارس جانتی تھی آج بھی کلثوم خالہ کے پاس کوئی اچھی خبر نہیں ہو گی۔

زاہدہ اٹھ کر برآمدے میں چلی گئی جہاں اب کلثوم خالہ بیٹھی ہوئی تھیں۔

"السلام و علیکم۔۔ کیسی ہو آپا؟" پاس بیٹھ کر زاہدہ نے ان کی خیریت پوچھی۔

"اللہ کا شکر ہے۔" مسکرا کر اُنہوں نے جواب دیا اور پارس کے ہاتھوں سے پانی کا گلاس لیا۔اُنہیں سلام کر کے وہ پھر چائے کے انتظام کے لیے واپس کچن میں چلی گئی۔

"کلثوم آپا کیا کہا لڑکے والوں نے... کوئی بات بنی؟" آگے جھک کر زاہدہ نے اُمید بھرے لہجے میں پوچھا۔ ہر آنے والے رشتے سے انکار سن کر وہ اب تھک گئی تھیں ۔اُنہیں جلد از جلد پارس کو اپنے گھر کا کرنا تھا۔اسی لیے کلثوم آپا کے ذریعے وہ اُس کے رشتے کی بات چلا رہی تھیں۔وہ اپنی برادری والوں سے سخت نالاں تھیں اسی لیے خاندان سے باہر رشتہ ڈھونڈ رہیں تھی اس بات سے اکرام صاحب بھی بے خبر تھے۔

New Era Magazine

"دیکھو زاہدہ... جوڑیاں تو وہ رب سوہنا بناتا ہے... ہماری پارس بیٹیاں میں کوئی کمی نہیں ہے لیکن..." کہہ کر وہ خاموش ہو گئی اُنہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ زاہدہ کو کس طرح بتائے۔ اُنہیں اب وہ جھوٹی تسلیاں نہیں دینا چاہتی تھیں۔

"لیکن کیا کلثوم آپا۔" زاہدہ نے بے چین ہو کر اُنہیں دیکھا۔

"زاہدہ... لڑکا پڑھا لکھا ہے اچھی جگہ نوکری کرتا ہے۔ اُسے لڑکی بہت زیادہ نہیں کم از کم بارہ جماعتیں پاس بھی تو چاہیے۔ اُن لوگوں نے اس رشتے سے انکار کر دیا ہے۔" آخر میں نظریں چرا کر کلثوم آپا نے دھیمے سے جواز دیا۔

اُن کی بات پر زاہدہ کا چہرہ ماند پڑ گیا تھا۔ کیا کیا امیدیں وابستہ کر لیں تھیں اُنہوں نے اِس رشتے سے۔

"زاہدہ میں تمہارا درد سمجھ سکتی ہوں۔ پریشان نہ ہو۔ اللہ بہتر کرے گا۔ ہر ذی روح کا جوڑا اُس رب تعالیٰ نے بنا رکھا ہے۔ انشاءاللہ ہماری پارس کا بھی بر ضرور ملے گا۔"

"آمین!!" دل سے اُنہوں نے اس وقت دعا کی تھی۔

دونوں کے بیچ خاموشی حائل ہو گئی تھی۔ جیسے بولنے کے لیے الفاظ ہی نہ بچے ہو۔

"خالہ لیجئے چائے۔" پارس کی آواز پر دونوں ہی چونک گئیں تھیں۔

New Era Magazine

"سدا خوش رہو میری بچی۔۔اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے۔"پر شفقت لہجے میں کہہ کر اُنہوں نے اس کے ہاتھ سے چائے تھامی۔

"اچھا زاہدہ اب میں چلتی ہوں۔ایک دو جگہ اور بات کی ہے میں نے دعا کرنا بات بن جائے۔"اُن کی بات پر زاہدہ نے صرف سر ہلا دیا تھا۔

پارس کلثوم خالہ کو دروازے تک چھوڑ کر آئی تھی۔اُس نے دروازہ اچھے سے اندر سے لاک کیا اور اپنی ماں کے پاس آکر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"کیوں اپنے آپ کو جھوٹی تسلیاں دیتی ہو امّاں؟"اُن کا ہاتھ تھام کر نرمی سے اُس نے کہا۔

"دیکھنا پارس تمہارا قدر دان تمہیں ضرور ملے گا...مجھے یقین ہے...میرا رب مجھے مایوس نہیں کرے گا...تو بھی مایوس نہ ہوا کر...کیوں اُداسی بھری باتیں کرتی ہے...مایوسی کفر ہے...پارس تو دعا کیا کر خدا سے اپنے اچھے نصیب کی...رب ذوالجلال ہمارے دل سے کی گئی کوئی بھی دعا رد نہیں کرتا۔"اُس کا ماتھا چوم کر اُنہوں نے آج بھی اُسے ایک درس دیا تھا۔پارس اُنہیں بس دیکھ کر رہ گئی۔ہر بار کی طرح یہ بات بھی پارس نے اپنے پلو سے باندھ لی تھی۔

****

"میرے مولا تُو، تو دلوں کو بدلنے والا ہے پھر تُو کیوں ابا کا دل میرے لیے نہیں بدلتا۔ میرے خدا ان کا دل میرے لیے موم کر دے۔ میں تجھ سے اچھے کی امید رکھتی ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے تو میری دعاؤں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا۔" ایک یقین سا تھا اس کی دعا میں۔ اپنے رب سے کچھ مانگوں تو اس یقین کے ساتھ مانگوں کہ وہ ضرور ہمیں عطا کرے گا۔ اللہ کی ذات پر کامل یقین ایمان کی پختگی کی علامت ہے۔

"اے اللہ میں نہیں جانتی میرا نصیب کیسا لکھا گیا ہے لیکن تجھ پر پختہ و کامل یقین رکھتی ہوں تو میرے حق میں ضرور بہتر کرے گا۔ بے شک تو بہتر نہیں بہترین سے نوازنے والا ہے۔ میں اگر نیک ہمسفر کی تمنائی ہوں تو مجھ میں بھی اتنی استقامت عطا فرما، مجھ میں بھی وہ اچھائیاں دیں دے جن کی توقع میں میری زندگی میں آنے والے شخص سے وابستہ کیے ہوں۔ تو دلوں کے حال جاننے والا ہے۔ میرے مولا تو قادر مطلق ہے مجھے وہ عطا فرما جو میرے حق میں بہتر ہے۔ میں تجھ سے اپنے اچھے نصیب کی دعا مانگتی ہوں۔" وہ اپنے رب سے محو کلام تھی، چہرے پر سکون بھری آسودگی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اپنی دعاؤں میں ایک نیک ہمسفر کو مانگ رہی تھی اپنے اچھے نصیب کی دعا مانگ رہی تھی تو کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ وہ نیک ہمسفر کی تمنائی تھی تو اپنے لیے بھی رب سے

New Era Magazine

اتنی ہی استقامت مانگتی تھی۔اس کی دعا میں ایک شدت تھی، جتنی شدت سے ہم خود اپنے لیے دعا مانگتے ہیں اتنی شدت سے اور کوئی دوسرا نہیں مانگ سکتا۔

****

سال بھر کی محنت کا نتیجہ آگیا تھا، وہ بہت اچھے نمبروں سے کامیاب ہو گیا تھا۔وہ ذہین تھا، جاذب نظر نین و نقوش، اونچا لمبا قد، سرخ و سفید رنگت، سیاہ آنکھیں، پیشانی پر گرے بال۔لڑکیاں اُس کی جانب کھینچی چلی آتی تھیں ان ہی میں ایک تھی سیما مہتاب اور وہ بھی نجانے کب اُس کی اداؤں پر مر مٹا تھا۔

سیما ایک امیر و کبیر باپ کی بیٹی تھی۔ناز و انداز اُس کے امیروں والے تھے۔چارمنگ پرسنالٹی والا مراد اُس کی کمزوری تھا۔وہ حسن اور صورت کے پیچھے بھاگنے والی لڑکی تھی۔ہائی اسٹیٹس اُس کی ڈیمانڈ تھی لیکن مراد میں ایسا کچھ تو تھا جو وہ اس کی طرف خود بڑھی تھی۔دونوں کے بیچ موجود اسٹیٹس کے فرق کو بھی اس نے بھلا دیا تھا۔وہ سوچ چکی تھی اپنی اداؤں کے جال میں پھنسا کر اُس نے مراد کو کیسے اپنے بس میں کرنا ہے۔بچپن سے جس چیز پر اُس نے ہاتھ رکھا تھا وہ اُسے ملی تھی اور اب اُسی طرح وہ مراد کو بھی حاصل کرنا چاہتی تھی۔

مراد کیفے ٹیریا میں بیٹھا اب بھی اُسی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا جو نجانے کہاں اپنی دوستوں میں مصروف تھی۔

"سوری ہنی... میں لیٹ ہو گئی۔" نزاکت سے کہتی وہ اپنے شانوں پر گرے بالوں کو پیچھے جھٹکتی اُس کے سامنے رکھی چیر کھینچ کر بیٹھی۔ کندھوں پر جھولتا دوپٹہ نام کو ہی اُس نے اپنے وجود پر ڈالا ہوا تھا۔

"جانتی ہو ناں کہ میں تمہارا انتظار ضرور کروں گا۔" محبت بھری نظروں سے دیکھ کر اُس نے کہا۔

"یار سوری کہہ دیا ناں... اب تم یہ ٹیپیکل باتیں لے کر نہ بیٹھ جانا۔" بے نیازی سے کہہ کر اُس نے ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔

"اوکے نہیں کرتا... یہ بتاؤ کیا لو گی؟" اس کی خفگی کے احساس پر اُس نے موضوع ہی بدل دیا۔

"مراد کیا ہے، آج کے دن تو کہیں باہر لے چلو اتنی خوشی کا دن ہے یہ ہمارے لیے۔ اسٹڈیز کمپلیٹ ہو گئی ہیں... اُفف کتنا انتظار کیا تھا میں نے اس دن کے لیے.... بی اے کی پڑھائی نہیں گویا جان جوکھم تھی یہ تو۔ فائنلی اب میں اپنی زندگی کو کھل کر جیوں گی۔" اُس کی باتوں پر وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

New Era Magazine

"ایزیوش۔۔ چلو آج تم جہاں کہو گی وہاں جائیں گے۔"رضامندی دیتا ہوا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مسکرا کر سیما بھی اُسی کے ساتھ کینٹین سے نکلی تھی۔

****

"ایک اور بار کوشش کرو... شاید اب اٹھا لے وہ فون..."بے چینی سے زاہدہ نے پھر پارس کو کہا جو مراد کو پچھلے آدھے گھنٹے سے مسلسل کال ملائے جا رہی تھی لیکن ہر بار نو رسپانس کا جواب آ رہا تھا۔

"اماں... بھیا نے فون سائلینٹ پر رکھا ہو گا اسی لیے نہیں اٹھا رہے آپ فکر نہ کریں آتے ہی ہوں گے۔"اُس نے اپنی ماں کو کہہ کر پھر دوبارہ سے فون کان سے لگا لیا۔

"تم لگاتی رہو۔ میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔پتا نہیں کیا آیا ہو گا رزلٹ۔"

"اس بار بھی بہت شاندار نمبر لیے ہوں گے بھیا نے... ہو سکتا ہے اپنے دوستوں میں مصروف ہوں گے،اسی لیے فون پر دھیان نہ دیا ہو۔"اپنے بھائی کے لیے کتنا فخر تھا اُس کے لہجے میں۔

"ہاں... دوستوں میں ہی ہو گا... لیکن ایک فون کر کے ہماری تسلی کے لیے بتا تو دیتا اپنے رزلٹ کے بارے میں۔"

New Era Magazine

"اُس کا انتظار فضول ہے زاہدہ...اگر اُسے ہماری یا ہماری خوشیوں کی فکر ہوتی تو پہلے ہمیں اطلاع کرتا۔" اکرام صاحب کی آواز پر دونوں نے دروازے کی جانب دیکھا جو حد سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہے تھے۔

"آپ اُس پر غُصہ نہ کیجئے گا۔۔ کوئی کام آگیا ہوگا بچے کو۔" زاہدہ نے اُنہیں سمجھانا چاہا۔

"آج تو میں اُس سے دوٹوک بات کرکے رہوں گا اور بیچ میں تم ایک لفظ نہیں بولو گی۔" اپنا حکم صادر کرکے وہ چلے گئے تھے اور آنے والی صورت حال کا اندازہ کرکے دونوں ماں بیٹی دہل کر رہ گئی تھیں۔

****

ریسٹورنٹ میں آمنے سامنے بیٹھے وہ دونوں آپس میں باتیں کررہے تھے۔

"مراد اب آگے کیا ارادہ ہے تمہارا؟" سیما کی بات پر مراد نے اسے دیکھا۔

"ارادہ تو فی الحال کہیں اچھی سی جگہ جاب کرنے کا ہے۔" کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اُس نے جواب دیا۔

"وہاٹ؟؟؟ تم اب یہ دوٹکے کی نوکریاں کرتے پھروگے... مراد... آر یو ان یور سینسز؟؟.... مطلب.... مراد میں اپنے فرینڈ سرکل میں کیا کہوں گی کہ میں جس

سے شادی کرنا چاہتی ہوں وہ انسان ایک جگہ چھوٹی موٹی کمپنی میں جاب کرتا ہے...اور..."

"یہ بات تم نے بہت پہلے سوچ لینی چاہیے تھی سیما...تم جانتی تھی کہ میرا فیملی بیک گراؤنڈ کیسا ہے...میں نے تم سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی...تم نے کہا تھا تم ہر حال میں میرے ساتھ رہو گی...پھر اب کیا ہو گیا ہے تمہیں...کیا اب اپنی ترجیحات بدل دی ہیں...یا میں یہ سمجھوں کہ مراد انصاری سے دل بھر گیا ہے تمہارا۔"سیما کی بات بیچ میں ہی کاٹ کر اُس نے سنجیدہ انداز میں کہہ کر آخر میں کاٹ دار نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا مراد...تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو...میں تو اس لیے کہہ رہی ہوں کہ میرے ڈیڈی سے تم نے ہمارے رشتے کی بات کرنی ہے...اگر کہیں ڈیڈی کو تمہارے جاب کرنے پر اعتراض ہوا؟اور انہوں نے منع کر دیا تو...؟؟"اپنی کہے گئے لفظوں پر اُسے بھڑکتا دیکھ کر اس نے بروقت بات سنبھالی پھر اسے نرم پڑتا دیکھ کر اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھا۔

"مراد میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی...پلیز...میری خاطر،میرے ڈیڈی سے بات کرو...دیکھنا وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں تمہیں انکار نہیں کریں گے۔بلکہ وہ اپنا

آفس بھی تمہارے حوالے کر دیں گے۔ڈیڈ نے ہم تینوں بھائی بہن کے حصے بھی علیحدہ کر دیے ہیں۔میرے علاوہ ان کی اتنی جائیداد کا مالک ہے بھی کون۔میں کچھ نہیں جانتی، تم کل جا کر اُن سے ہمارے رشتے کی بات کر رہے ہو۔۔دیٹس اٹ!!"

"لیکن سیما..."

"کوئی لیکن ویکن کچھ نہیں...مراد اس طرح تمہاری جاب کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا...یہ سب جو کچھ کیا ہے میرے ڈیڈی نے میرے لیے ہی کیا ہے۔تمہیں تو کام کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔بس تم ایک بار ڈیڈی سے مل لو۔میں نے اُنہیں تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے اور وہ بھی تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔۔میں کل اُن سے ملوں گا۔"اُس کے نازک ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے ہاں کا عندیہ دے دیا تھا۔

****

گھر واپسی پر اُس نے سامنے ہی اپنی ماں اور بہن کو اپنا انتظار کرتے پایا۔مراد کو آتا دیکھ کر ہی زاہدہ خوشی سے چہکی تھیں۔

New Era Magazine

"مراد آ گئے بیٹا تم، کیا بنا رزلٹ کا۔ مجھے پتہ ہے اس بار بھی تم اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے ہو گے۔" محبت سے اُنھوں نے کہا۔

"ہاں اماں۔۔ تمہارا بیٹا پاس ہو گیا ہے۔" وہ قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔۔ میرے بیٹے کی محنت رنگ لائی۔۔ اللہ تمھیں اور کامیابی دے۔" زاہدہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ساتھ اُسے دعا بھی دی جس پر پارس نے آمین کہاں تھا۔

"فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے تم۔ تمہاری ماں کب سے پریشان ہو رہی تھی۔" اکرام صاحب دروازے سے اُن کی ساری گفتگو سن چکے تھے اور خوش بھی بہت تھے لیکن اس کی لاپرواہی پر اُنہیں غُصہ بھی آ رہا تھا۔

"دوستوں کے ساتھ تھا اس لیے دھیان نہیں رہا۔"

"دوستوں کے ساتھ تھے۔۔ دھیان نہیں رہا۔۔ تمہیں ذرا بھی پرواہ ہے ہماری؟ یہاں ہم لوگ پریشان ہو رہے تھے اور تمہیں دھیان نہیں رہا۔۔۔؟" اس کے جواب پر وہ برس پڑے تھے صورت حال بگڑتی دیکھ کر زاہدہ اُنہیں ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

New Era Magazine

"آپ غُصہ نہ کریں...دوستوں میں لگ گیا ہو گا...اسی لیے...."زاہدہ اُس کا دفاع کرنے لگی۔ضبط سے مٹھیاں بھینچتا مراد بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ہٹ جاؤ زاہدہ...آج تم اس کی حمایت نہ ہی کرو تو بہتر ہو گا۔اسے ذرا بھی ہمارا احساس نہیں...ہم تو گویا اس کی نظر میں کچھ ہے ہی نہیں...دوستوں سے اسے فرصت نہیں ملتی۔بہت کرلی اس نے اپنی من مانی۔"

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں ابا...کیا من مانی کی ہے میں نے ہاں؟"اُس کی بدلحاظی پر پاس خاموش کھڑی پارس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔آج دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔

"مجھے آنکھیں دکھاؤ گے تم...مجھے...؟؟کیا کچھ نہ کیا میں نے تمہارے لیے...اُس کا صلہ یہ دو گے؟"آگے بڑھ کر اُنہوں نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"کیا کیا ہے آپ نے میرے لیے؟"اُن کا ہاتھ اُس نے جھٹکے سے اپنے گریبان سے ہٹایا۔

"اکڑومت...آج تم جو کچھ بھی ہو میری خون پسینے کی کمائی پر ہو۔"

New Era Magazine

"یہ آپ کا فرض تھا... آپ اکیلے نہیں ہیں ہر باپ اپنی اولاد کے لیے کماتا ہے، اُس کے لیے سب کچھ کرتا ہے۔"

"ہاں... لیکن افسوس تم جیسی اولاد اُس کا یہ صلہ دیتی ہیں۔" اُن کا لہجہ شکست خوردہ سا تھا۔

"آج آپ بتا ہی دیں مجھے... کیا کر کے دیا ہے آپ نے مجھے.. ایک گاڑی مانگی تھی آپ سے۔ وہ بھی خرید کر دیں نہ سکے آپ۔ میرے دوستوں کو دیکھا ہیں آپ نے... سب کچھ ہے اُن کے پاس... اُنہیں دھکے کھا کر پبلک ٹرانسپورٹ میں لٹکنا نہیں پڑتا... اپنی اپنی گاڑیوں پر آتے ہیں وہ سب۔" وہ اُن سے شکایتیں کر رہا تھا لیکن اگر جان لیتا کہ اُسے یہاں تک پہنچانے میں بھی اُنہوں نے کیا کیا تکلیفیں نہیں سہی تو یہ سب نہ کہتا۔

پارس نے افسوس سے اپنے اس احسان فراموش بھائی کو دیکھا، اُس سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اُسے آج اپنے بھائی سے نفرت سی محسوس ہوئی تھی۔ تب ہی وہ آگے بڑھی تھی۔

"فرض...؟؟ فرض کی بات کرتے ہیں بھیا آپ؟... اور اپنا فرض بھی جانتے ہیں آپ؟"

"تم بیچ میں مت بولو۔" وہ پارس کو خون آشام نگاہوں سے دیکھ کر زور سے دھاڑا۔

"کیوں نہ بولوں میں؟... آج آپ جان ہی لیں... کیا کیا ہیں ابا نے آپ کے لیے... بلکہ کیا کیا نہیں کیا انہوں نے... دن کے ساتھ ساتھ راتوں کو بھی اوورٹائم کر کے آپ کے کالج کی فیس اکٹھی کی ہے انہوں نے تا کہ اُن کے بیٹے کو کوئی پریشانی نہ ہو... اُن کا بیٹا پڑھ لکھ کر ایک بڑا آدمی بنے.. کاش کہ ابا آپ کو بڑا آدمی بنانے کا خواب دیکھنے کی بجائے ایک اچھا آدمی بنانے کا خواب دیکھتے۔ہنہہ۔۔ کیا کیا ہے پوچھتے ہیں آپ... ان کے احسانات تو آپ اپنی چمڑی اُدھیڑ کر بھی نہیں اُتار سکتے... اپنے دوستوں کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ اُن کے ماں باپ نے سب کچھ کیا اُن کے لیے... تو بھیا یہ تو سب کی قسمت ہوتی ہے ناں... ہر ایک کو اپنے نصیب کا ملتا ہے... اگر آپ بھی یہ سب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو محنت کیجیۓ۔ اپنے بل بوتے پر حاصل کیجیئے نہ کہ باپ دادا کے پیسوں پر عیش و عشرت کی زندگی گزاری جائے۔ ارے... تف ہے ایسے مردوں پر جو اپنے ماں باپ کو یہ طعنہ دیتے ہیں کہ کیا کیا ہے اُنہوں نے ان کے لیے... اپنے ماں باپ سے بینک بیلنس کی ڈیمانڈ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے... بلکہ میری نظر میں یہ مرد... مرد ہی نہیں ہوتے۔" پارس نے گویا اُسے آئینہ دکھایا تھا اور یہیں حقیقت مراد سے برداشت نہیں ہو پائی تھی۔ اُس کی آخری بات اُس کی مردانگی پر تازیانہ بن کر لگی تھی۔ وہ مشتعل ہو کر آگے بڑھا اور ایک زوردار تھپڑ اُس کے گالوں پر رسید کیا تھا۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری ہاں... تم ہوتی کون ہو مجھے یہ سب کہنے والی؟"

"اسی بات کا تو افسوس ہے۔ ہم بیٹیوں کی تو کوئی وقعت ہی نہیں آپ کی نظروں میں... سب کچھ بیٹے ہی ہوتے ہیں... اور آپ جیسے مرد ہم عورتوں کو پیر کی جوتی ہی تو سمجھتے ہیں۔" نہ جانے آج پارس میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی۔

"اب تم سکھاؤ گی مجھے۔" اُس کا انداز تمسخرانہ تھا۔ "عورت کی ذات ہو تو عورت ذات ہی بن کر رہو۔ مردوں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آئندہ سے میرے منہ لگنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہو گا تمہارے لیے۔" اُسے کڑی نظروں سے گھورتا وہ اپنے روم میں جا چکا تھا۔

اکرام صاحب کسی کو کچھ بولنے کی حالت میں نہیں تھے۔ خاموشی سے وہ بھی اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ پیچھے وہ دونوں ماں بیٹی پھر اکیلی رہ گئیں تھیں۔

ہمارے مردوں کی نوجوان نسل کا اکثریت حصہ اپنے ماں باپ سے سوال کرتا ہے.. آخر کیا کیا ہے آپ نے میرے لیے؟؟ فلاں دوست کے باپ نے اس کے لیے یہ کیا ہے وہ کیا ہے... آپ نے کون سا گاڑی بنگلہ خرید کر دیا ہے؟ کون سا بینک بیلنس میرے نام کیا ہے اور یہ جو روٹی کپڑا آپ میسر کر رہے ہیں یہ آپ کا فرض ہے۔

افسوس کی بات ہے ماں باپ کا فرض یاد رہتا ہے ایسی نافرمان اور احسان فراموش اولاد

New Era Magazine

کو مگر وقت آنے پر اپنے فرائض اور والدین کے حقوق بھول جاتے ہیں۔ افسوس ہوتا ہے ایسی اولاد پر... اتنی محنت کر کے اُنہوں نے پال پوش کر بڑا کیا... کیا یہ ان کا اتنا بڑا احسان نہیں؟ وہ کیا کیا قربانیاں نہیں دیتے۔ آخر کیوں اتنے احسان فراموش بن جاتے ہیں؟ آپ کو وہی اور اتنا ہی ملے گا جو آپ کی قسمت میں لکھا ہوا ہے... کیوں باپ دادا کے پیسے پر عیش و عشرت کرنا چاہتے ہیں... آرام طلب زندگی چاہیئے تو خود محنت کیجیئے۔ خود وہ سب کچھ حاصل کیجیئے۔ یقین مانیں خود محنت کر کے اپنے بل بوتے پر حاصل کردہ چیز سے جو تسکین ہوتی ہے ناں وہ کسی کی دی ہوئی چیز میں نہیں اور ہمیں اپنی محنت سے حاصل کی گئی اُس چیز کی قدر بھی ہوتی ہے۔ اگر ہم اللہؐ کی تقسیم پر راضی بارضا ہو جائے تو ہمارے آدھے دکھ تو ویسے ہی ختم ہو جائے۔

بعض تو ایسے ناکارہ اور نکمے ہوتے ہیں جو طعنے دے دے کر ہی اپنی پوری زندگی گزار دیتے ہیں... آپ نے ہمارے مستقبل کے لیے کچھ نہیں کیا، کچھ بینک بیلنس جمع کر کے رکھ دیتے تو ہمیں دھکے کھانے نہ پڑتے، یہ ہی باتیں دھر ادھر اکر وقت ضائع کر دیتے ہیں... خود کچھ کرتے نہیں ہیں اور ماں باپ کا دل الگ جلاتے ہیں... افسوس ہوتا ہے ایسے مردوں پر... محنت کیجئے... اپنی محنت کے بل بوتے پر حاصل کیجیئے جو آپ کے ماں باپ آپ کو نہیں دے سکے وہ آپ اپنی اولاد کو میسر کر دیجی ئے۔ یہ دنیا

مکافات عمل ہے، جو ناکارہ لوگ اپنے ماں باپ کو دو شی ٹھہرا کر اپنی زندگی بے مقصد گزار دیتے ہیں ناں پھر یہی سب جملے اُنہیں اپنی اولاد سے بھی سننے کو ملتے ہیں۔

****

"ڈیڈ میں نے آپ کو مراد کے بارے میں بتایا تھاناں پلیز آپ ایک بار اس سے مل لیں وہ آپ کو ضرور پسند آئے گا۔ میں کچھ نہیں جانتی آپ اُسے جاب دے رہے ہیں دیٹس اٹ!!!" اُس کے دھونس بھرے انداز پر وہ ہنس دیے تھے۔

"اصل بات کیا ہے وہ بتاؤ؟" مہتاب صاحب ایک بزنس مین تھے پھر کیسے اپنی بیٹی کی بے چینی بھانپ کر اُس کا ارادہ نہ جان لیتے۔

"ڈیڈ آئی لو وہم۔" وہ آزاد ماحول کی پروردہ تھی۔ بے خوف اور نڈر انداز میں اپنے باپ کے سامنے گویا ہوئی۔

"کل اُسے میرے آفس بھیج دینا۔" اُس کا سر تھپک کر وہ اپنے روم میں چلے گئے تھے اور وہ خوشی کے مارے مراد کو فون کرنے کے لیے اپنے کمرے میں بھاگی تھی۔

سیما چھوٹی سی تھی جب سے ہی وہ اپنی ہر بات منوا کر ہی دم لیتی تھی۔ مہتاب صاحب اور انیقہ بیگم نے کبھی اُس کی تربیت پر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ مہتاب صاحب کو اپنے

New Era Magazine

بزنس سے فرصت نہیں ملتی تھی اور انیقہ بیگم کو اپنی گیٹ ٹو گیدرز سے۔ سیما میڈ کے ہاتھوں ہی پلی بڑھی تھی۔ وہ آزاد خیال اور بے باک تھی۔ اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق جینے والی۔ آفتاب صاحب اُس کی زبان پر آنے والی ہر خواہش ہر فرمائش پوری کیا کرتے تھے۔ اُن کے دو بیٹے اور تھے۔ بڑا بیٹا ماجد جو شادی شدہ تھا۔ اُس نے بھی اپنی پسند کی شادی کی ہوئی تھی اور اپنے بیٹے اور بیوی کے ساتھ اکثر ملک سے باہر ہی رہتا بس کبھی کبھار چکر لگا جاتا تھا۔ سیما سے چھوٹا سمیر تھا جو بھنورے کی طرح لڑکیوں کے اِرد گرد منڈلاتا رہتا تھا۔ انیقہ بیگم نے کبھی اپنی اولاد کی تربیت پر توجہ دینا ضروری نہیں سمجھا تھا جس کا مہتاب صاحب کو بہت افسوس تھا۔

****

گھر میں ماحول کچھ کھینچا کھینچا سا ہو گیا تھا۔ اکرام صاحب ناشتے کے بعد فیکٹری چلے گئے تھے۔ مراد بھی بغیر ناشتے کے چلا گیا جو اُس کی ناراضگی کا اظہار تھا۔ پیچھے وہ ماں بیٹی ہی رہ گئی تھیں۔

****

مراد آج سیما کے ڈیڈ مہتاب صاحب کی آفس میں آیا تھا۔ سیما نے اُسے کل رات ہی فون پر بتا دیا تھا کہ آج اُسے کسی بھی حالت میں اس کے ڈیڈ سے جاب کے ساتھ

New Era Magazine

ساتھ اُن کی شادی کے بارے میں بھی بات کرنی ہے۔کل گھر میں ہونے والی بدمزگی کے بعد ضد میں آکر مراد نے ایک فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب سیما سے شادی جلد سے جلد کرے گا۔اس وقت وہ آفتاب صاحب کے ساتھ ہی اُن کے کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔جو اُس کا سر تا پا جائزہ لینے میں مصروف تھے۔

"ہمم!!!تو جاب کرنا چاہتے ہو؟"ایک ہنکارا ابھر کر اُنہوں نے اس سے سوال کیا۔

"جی انکل۔"اُس کے جواب پر اُنہوں نے گلاسز اپنی آنکھوں سے اُتاری اور پھر مخاطب ہوئے۔

"سیما کو کب سے جانتے ہو؟"

"یونیورسٹی میں ہی ہماری دوستی ہوئی تھی۔"

"کیا کر سکتے ہو سیما کے لیے؟"وہ باریک بینی سے اس کو نوٹ کر رہے تھے۔مراد ہر سوال کے لیے اپنے آپ کو پہلے ہی تیار کر چکا تھا۔

"کچھ بھی کر سکتا ہوں،آزمالیں۔"اُس کے بھاری لہجے میں کہنے پر وہ تھوڑا آگے کو جھکے۔

"نکاح کرو گے سیما سے ابھی اور اسی وقت ؟"اُن کے اس سوال پر یک دم چونک کر اُس نے اُن کی جانب دیکھا جواب مسکرا رہے تھے۔یہ مرحلہ اُسے جتنا کٹھن لگا تھا وہ اتنا ہی آسان ہو گیا تھا۔

"میرے لیے میری بیٹی کی خوشیاں عزیز ہے۔وہ تمھیں چاہتی ہے اور میں اُس کی ہر خواہش پوری کرتا ہوں۔"کہہ کر اُنہوں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میں تیار ہوں۔"لمحہ بھر میں اس کی جانب سے جواب موصول ہوا تھا۔

****

مہتاب صاحب نے اپنی بیٹی کی ضد پر کسی کو بھی اطلاع کیے بغیر چند گواہوں کی موجودگی میں نکاح کی تقریب منعقد کی تھی۔اُن کی یہ خودسر اولاد سنتی کب تھی۔اسی لیے انہوں نے بھی اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔سیما کی باغی طبیعت سے وہ واقف تھے،وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھالے اسی لیے انہوں نے فوری طور پر نکاح کا فیصلہ کیا تھا۔اپنی عزت اور شاخ بچانے کے چکر میں انہوں نے مراد کے ماں باپ سے بھی بات کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

****

New Era Magazine

چند گواہوں کی موجودگی میں مراد اور سیما کا نکاح ہو گیا تھا۔ سیما تو بے یقین تھی۔ اتنی جلدی یہ سب ہو گا اُس نے تو سوچا ہی نہیں تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو پا کر بہت خوش تھے۔ اس وقت وہ دونوں مہتاب ولا کے بڑے سے لاؤنج میں موجود تھے۔

"ان بلیوایبل مراد مجھے یقین نہیں آ رہا۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہم دونوں کا نکاح ہو چکا ہے؟" خوشی سے چہکتے ہوئے وہ اس کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔

"یقین کر لو یار۔" اُس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے وہ اُسے یقین دلا رہا تھا۔

"لیکن مراد تمہارے پیرینٹس!!! اُن کا کیا ردعمل ہو گا؟"

"اوہ پلیز!!! اُنہیں ابھی بیچ میں مت لاؤ۔ کیوں میرا موڈ خراب کرنا چاہتی ہو۔ وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔" اُس نے اپنے ماں باپ کے ذکر پر بے زاری کا اظہار کیا۔

"لیکن تمہیں یاد ہے ناں، میں تمہارے گھر میں نہیں رہوں گی۔ تمہیں میرے ساتھ یہیں اسی گھر میں رہنا ہو گا۔ میں اس گھٹن زدہ ماحول میں نہیں رہ سکتی۔" نک چڑھے انداز میں کہتے ہوئے وہ اُس کے شرٹ کے بٹن سے کھیل رہی تھی۔

"کہا نا یار ابھی وہ سب باتیں مت کرو۔ تب کی تب دیکھی جائے گی۔" اس کے شانوں کے گرد بازو پھیلائے اس نے سیما کا سر اپنے سینے پہ رکھا۔

New Era Magazine

****

وقت گزر رہا تھا۔ مراد اپنے کام پر بھی باقاعدگی سے جا رہا تھا اُس کی ماں بھی خوش تھی کہ بیٹا کام سے لگ گیا ہے۔ دونوں باپ بیٹے کے درمیان بات بھی کبھی کبھار تھوڑی بہت ہو جاتی تھی۔ مراد نے ابھی تک گھر میں کسی کو بھی اپنے اور سیما کے نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اس وقت سب بڑے ہال کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے جب زاہدہ نے اُس کی شادی کا موضوع چھیڑ دیا۔

"مراد بیٹا اب تو تم ماشاءاللہ سے اچھی نوکری پر بھی لگ گئے ہو پھر شادی کا کیا ارادہ ہے، تم کہو تو کلثوم آپا سے بات کروں تاکہ اُن کی نظر میں کوئی لڑکی ہو تو ہمیں بتا سکے۔"

اُن کی بات پر اُس کی موبائل فون پر چلتی انگلیاں تھمی تھیں۔ اُس نے ایک نظر اپنی ماں پھر باری باری اپنے باپ اور پارس کو دیکھا پھر اپنی ماں سے مخاطب ہوا۔

"اور رہنے دیں اماں کلثوم خالہ نے ضرور کوئی گو ٹھن ہی لڑکی دکھانی ہے۔ ہماری برادری میں ٹھہری ان پڑھ جاہل لڑکیاں ان سے تو میں شادی کرنے سے رہا۔ میں شادی کروں گا تو ایک پڑھی لکھی لڑکی سے کروں گا۔" اس کی بات پر پارس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ کیسا تھا ان کا معاشرہ۔ کیسے مرد تھے یہ؟؟ اپنی آنکھوں میں در آنے والی نمی کو اس نے پیچھے دھکیلا۔ اس کے بھائی کو بیوی پڑھی لکھی چاہیے تھی لیکن بہن کو

پڑھنے نہیں دینا تھا۔ تو پھر کیا اس کے لیے آنے والے رشتوں کی ڈیمانڈ صحیح نہیں تھی؟ جب اس کے بھائی کی ڈیمانڈ تھی تو دوسروں کی نہیں ہو سکتی تھی؟

"لیں اب ہماری برادری میں تعلیم یافتہ لڑکی کہاں سے آئے گی؟ تم کہو تو برادری کے باہر کی لڑکی ڈھونڈنے بولتی ہوں کلثوم آپا کو بلکہ ایک دو ان کی نظر میں ہیں بھی۔" ان کی بات پر اکرام صاحب نے حیرت اور غصے بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ گڑبڑا گئیں۔

مراد ابھی اپنے نکاح کے بارے میں بتانا نہیں چاہتا تھا لیکن زاہدہ بیگم کی بات نے اُسے سچ بتانے پر مجبور کر دیا تھا ورنہ کچھ بعید نہ تھا کہ وہ سچ میں لڑکیاں ڈھونڈنے لگ جاتیں۔ گلا کھنکھار کر اُس نے اُنہیں سچ بتانے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ اُس کی ماں آگے کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔

"میں نکاح کر چکا ہوں۔"

اُس کی کہی گئی بات پر گویا ایک بم تھا جو اُن کے سروں پر پھٹا تھا۔ بے یقینی کی حالت کے زیرِ اثر کوئی کچھ کہہ ہی نہیں پایا۔ بہت دیر بعد اکرام صاحب کچھ بولنے کے قابل ہوئے تھے۔

"آخر دکھا ہی دیا تم نے اپنا رنگ۔ بہت خوب۔ بہت اچھا صلہ دیا ہے تم نے ہمیں۔" آواز طنز سے بھرپور تھی۔

"میری زندگی کے فیصلے کرنے کا حق رکھتا ہوں میں۔" سرکشی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

"لیکن شادی کوئی چھوٹا فیصلہ نہیں ہے۔"

"پلیز!! میں اپنی زندگی میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔ یہ میری زندگی ہے۔ میں جیسے چاہوں جیوں۔" دوٹوک انداز میں کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

زاہدہ بیگم جواب تک بے یقینی کے زیرِاثر تھیں مراد کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

"مراد بیٹا کیا تم نے ہمیں اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ کچھ بتا دیتے۔"

"سب کچھ بہت جلدی میں ہوا تھا۔" اب کی بار اس کا لہجہ تھوڑا پست تھا۔

"کون ہے وہ لڑکی۔"

"میری یونیورسٹی میں پڑھتی تھی اور میں اب جاب بھی اُسی کے ڈیڈ کے آفس میں کرتا ہوں۔"

New Era Magazine

"تمہارے لیے میرے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ بہتر ہو گا ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔" اکرام صاحب کے سرد لہجے پر وہ سب سن سے ہو گئے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" زاہدہ نے حیرانی و پیشانی سے اُنہیں دیکھا۔

"وہی جو کہنا چاہیئے۔ جس لڑکی سے اس نے شادی کی ہے جس نے اسے نوکری پر لگوایا ہے وہ ہی اسے اپنے گھر میں رہنے کے لیے جگہ بھی دے گی۔ اسے کہو ابھی اور اسی وقت میری نظروں سے دور ہو جائے۔"

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے یہاں رہنے کا۔ جا رہا ہوں میں۔" غصے میں کہتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ چلا گیا تھا۔

"مراد بیٹا... رک جاؤ مراد..." اپنی ماں کی آواز کو بھی وہ سنی ان سنی کر گیا تھا۔

"یہ کیا کر دیا آپ نے اکرام صاحب!!" روتے ہوئے وہ اُن سے استفسار کر رہی تھیں۔ اتنا آسان تو نہیں تھا اپنے بیٹے کو یوں جیتے جی خود سے بچھڑتے دیکھنا، جسے دیکھ دیکھ کر وہ جیتی تھیں۔ آسان تو اس باپ کے لیے بھی نہیں تھا، وہی تو اُن کی امیدوں کا مرکز تھا۔ اسی نے اُنہیں اس قابل نہیں سمجھا تھا۔ وہ بھی تو ٹوٹے تھے۔ اُن کی امیدیں بھی تو ٹوٹی تھیں۔ وہ کسے بتاتے آخر؟ کیسے کرتے وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا۔ ایک خاموش نظر اٹھا کر انہوں نے پاس کھڑی پارس کو دیکھا جو اپنی آنکھوں میں آنسوں لیے کھڑی

New Era Magazine

تھی۔ندامت اور شرمندگی کے مارے اُنہوں نے نظریں ہٹالیں تھیں۔جس بیٹے کے لیے اُنہوں نے اپنی بیٹی کی خواہشات کا گلا گھونٹا تھا وہی بیٹا آج اُنہیں کسی اور لڑکی کے لئے خاطر میں نہیں لارہا تھا۔آج صحیح معنوں میں اُن کے کندھے ڈھلک گئے تھے۔

****

مراد کو گئے ایک مہینہ گزر گیا تھا۔اُس کی کوئی خبر نہیں تھی۔اُس کے جانے کے بعد سے زاہدہ کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔بیٹے کی جدائی کو وہ سہہ نہیں پارہی تھیں۔مراد خوش باش سا اپنی زندگی میں مگن ہو چکا تھا۔اُس نے پلٹ کر اپنے گھر والوں کی کوئی خیر خبر تک نہیں لی تھی۔

آج زاہدہ کی طبیعت پھر خراب ہو گئی تھی۔اکرام صاحب نے بھی فیکٹری سے چھٹی کر لی تھی۔زاہدہ بیگم مراد کو ایک نظر بھی تو دیکھنا چاہتی تھیں۔اُسے دیکھ کر اپنی پیاس بجھانا چاہتی تھیں۔جب انہوں نے اکرام صاحب سے بات کی تو اُن کی طبیعت کے پیشِ نظر وہ تھوڑا نرم ہوئے تھے اور اجازت دے دی تھی کہ وہ مراد کو فون کر کے بلا سکتی ہیں۔

****

اپنے گھر سے پارس کی کال آنے پر وہ اپنی ماں کی طبیعت کو لے کر تھوڑا فکر مند ہوا تھا اسی لیے وہ سیما کو اپنے ساتھ جانے کے لیے راضی کر رہا تھا۔

"سیما ہم کون سا ہمیشہ کے لیے وہاں جا رہے ہیں صرف اماں کو مل کر ہی تو آنا ہے۔" وہ بالکل بھی مراد کے گھر جانے کے لیے راضی نہیں تھی۔

"اوہ گاڈ مراد کیا ہو گیا ہے تمہیں۔میں وہاں جا کر کیا کروں گی۔میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا میں تمہارے گھر نہیں جاؤں گی۔تم جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو بٹ مجھ سے کوئی ایکسپیکٹیشن مت رکھنا۔میں جانتی ہوں تمہاری ماں تمہیں بہلا پھسلا کر وہی روک لیں گیں۔لیکن اتنا یاد رکھنا مراد تم نے مجھے دھوکا دیا تو میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔"

"تمہیں کیوں لگتا ہے میں تمہیں دھوکہ دوں گا؟سیما تمہارے لیے ہی تو میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔پلیز مان جاؤ میری خاطر۔ہم جلد ہی واپس آ جائیں گے۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو ناں۔ہم واقعی میں نہیں رہے گا ناں وہاں۔اسی شرط پر جاؤں گی کہ ہم جلد ہی واپس آئیں گے۔"اُس کے نرم لہجے پر وہ راضی ہو گئی تھی۔

"آئی پرامس!!ہم صرف ان سے مل کر لوٹ آئیں گے۔"مسکرا کر کہتے ہوئے اُس نے وعدہ کیا اور اس کا ہاتھ تھام کر باہر بڑھ گیا تھا۔

جب مراد نے سیما کو بتایا تھا کہ وہ اپنا گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ آیا ہے وہ تو خوش ہو گئی تھی کہ اُس کا مسئلہ ویسے ہی حل ہو گیا تھا۔شادی کے بعد مراد کے گھر رہنے کو وہ قطعی راضی نہیں تھی۔بنا کسی رکاوٹ کے یہ فیصلہ اسی کے حق میں ہوا تھا۔اب اچانک سے مراد کے گھر سے کال آنے پر وہ پریشان سی ہو گئی تھی لیکن اس کے وعدے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی مان گئی تھی۔

****

زاہدہ بیگم مراد کو سینے سے لگائے اپنی ممتا کی پیاس بجھا رہی تھیں۔آنکھوں سے آنسوؤں کو سیلاب بھی رواں تھا۔وہ بار بار والہانہ انداز میں اُس کا ماتھا چومتی تو کبھی اُس کے مضبوط و توانا جسم کو اپنے حصار میں لینے کی کوشش کرتیں۔ماں کی ایسی ممتا نچھاور کرنے کا یہ انداز سیما کے لیے بالکل نیا اور انوکھا تھا۔ایسی محبت اُس نے اپنے گھر میں اپنے رشتوں کے بیچ کبھی نہیں دیکھی تھی لیکن پھر اپنے خیال کو جھٹک کر اُس نے بے زاریت سے اپنی کلائی پر بندھی واچ کی جانب دیکھا۔زاہدہ کی آواز پر وہ چونکی تھی۔

"ماشاءاللہ سے کتنی پیاری بہو ہے میری۔کیا نام ہے بیٹی تمہارا؟"

"جی۔۔سیما!!"اُن کے اچانک مخاطب کرنے پر اُس نے جواب دیا۔

سیما کو بھی زاہدہ نے بہت ہی محبت سے اپنے گلے لگا کر اُس کا ماتھا چوما تھا۔ پارس بھی اپنی بھابھی سے مل کر بہت خوش ہوئی تھی۔ مراد اپنے گھر والوں سے مل کر بہت خوش نظر آ رہا تھا اور یہ ہی بات سیماب کو کھٹک رہی تھی۔ اُنہیں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت ہو گیا تھا۔ اُس نے ایک بار پھر واچ کی طرف دیکھ کر مراد کو دیکھا جو ایسے بیٹھا تھا کہ جانے کا کوئی ارادہ ہی نہ ہو۔

"مراد چلیں؟" بلآخر اُس نے مراد سے پوچھ ہی لیا۔

"بیٹا ابھی تو آئے ہوں۔ کھانا وغیرہ کھا کر ہی جانا۔ آج تو پارس نے مراد کا من پسند کھانا بھی بنایا ہے۔" نرم لہجے میں کہتے ہوئے زاہدہ بیگم نے اُنہیں دیکھا۔

"نہیں آنٹی پھر کبھی، اب ہمیں اجازت دیں۔"

"ارے ایسے کیسے، بہو پہلی دفع گھر آئی ہے۔ خالی ہاتھ تو بھیجوں گی نہیں۔" اُن کی بات پر سیما نے بے بسی سے مراد کو دیکھا جو نظروں ہی نظروں میں اُسے کہہ رہا تھا کہ مان جاؤ۔ ناچار اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ سیما کا رویہ اور اُس کی بے چینی پارس کی نظروں سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔ سیما کا اکھڑا اکھڑا انداز اُسے بہت کھلا تھا۔ وہ تو حساس تھی پھر کیسے سیما کا ناخوش انداز اور ناروا رویہ جان نہ پاتی۔

اس سارے عرصے میں اکرام صاحب اب تک باہر نہیں آئے تھے۔مراد کی نظریں بار باراُن کے کمرے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔اُس میں ہمت نہیں ہو پارہی تھی کہ جا کراُن سے مل ہی لے۔سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے تھے جب اکرام صاحب بھی آ گئے تھے۔مراد نے ہی بات کرنے میں پہل کی تھی۔

"کیسے ہیں اباآپ؟"

"ٹھیک ہوں۔"مختصر جواب دے کر وہ کھانے کی پلیٹ پر جھک گئے۔

ماحول میں عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔بولنے کے لیے شاید کسی کے پاس کوئی الفاظ نہیں تھے۔پارس شدت سے محسوس کر رہی تھی کہ سب کچھ مکمل ہو کر بھی مکمل نہیں تھا۔زاہدہ بیگم کا دل دُکھا تھااپنے ہی گھر میں رشتوں میں ایسی سرد مہری ہو گی انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ کبھی یہ وقت بھی آئے گا۔

"مراداب تو ناراضگی دور کردو میرے بچے۔لوٹ آؤواپس اپنے گھر۔"زاہدہ بیگم کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا تھا۔

"زاہدہ،جب اسے ہی ہماری فکر نہیں ہے تو کیوں زبردستی کر رہی ہو؟ہمارا کہنا ضائع ہی ہو گا۔بہتر ہو گا اس کے آگے بھیک مت مانگو۔"اُن کے سپاٹ لہجے میں کہنے پر مراد نے اُنہیں دیکھا تھا۔

New Era Magazine

"آپ بھول رہے ہیں۔آپ نے ہی مجھے اس گھر سے جانے کے لیے کہا تھا۔" ماحول میں پھر عجیب سا تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

"اور شائد میں نے ٹھیک ہی کیا تھا۔" کہہ کر وہ رکے نہیں تھے۔اس بے عزتی پر مراد پھر مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔سیما کو اپنی سبکی کا احساس بہت بری طرح ہوا تھا لیکن وہ صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

****

"دیکھ لیا تم نے مراد وہاں جانے کا نتیجہ۔شاید اپنی بے عزتی کروا کر تمہارے دل کو ٹھنڈک پڑ گئی ہو گی۔کیسا بی ہیوئیر (Behaviour) تھا تمہارے ابا کا۔ٹھیک سے میرے سلام کا جواب تک نہیں دیا۔" واپسی پر سیما کا موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا۔

"میں صرف اور صرف تمہارے کہنے پر وہاں گئی تھی۔اتنی بے عزتی بھی میں نے تمہارے خاطر ہی سہی ہے۔آج تک کسی نے مجھے اس طرح سے نظر انداز نہیں کیا۔کسی کی ہمت نہیں ہوئی آج تک۔میرے ڈیڈی کتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے۔اُنہیں اگر خبر ہو گئی ناں کہ تمہارے گھر پر میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے تو وہ جو کریں گے تم سوچ بھی نہیں سکتے۔" وہ اُسے جتنا اُس کے گھر والوں سے بدزن کر سکتی تھی کر رہی تھی۔

New Era Magazine

"فور گوڈسیک سیما چُپ کر جاؤ۔ میں اس وقت آرام کرنا چاہتا ہوں۔" اپنے دُکھتے سر کو دبا کر اُس نے زور سے کہا اور بیڈ پر لیٹ گیا۔

"ہنہہ۔۔" نخوت بھری نگاہ اُس پر ڈال کر وہ پیر پٹخ کر رہ گئی۔

****

شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ ماحول کافی اچھا لگ رہا تھا۔ اس وقت سیما، انیقہ بیگم اور مہتاب صاحب کے ساتھ بیٹھی شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ سیما، زاہدہ بیگم کا دیا ہوا گفٹ اس وقت اپنی ماں کے سامنے کھولے بیٹھی تھی۔

"یہ ڈریس دیا ہے تمہاری ساس نے تمہیں۔" انیقہ بیگم نے حقارت بھری نظروں سے اُس ڈریس کو دیکھا جو سامنے ٹیبل پر موجود تھا۔

"مما یہ لوگ ٹھہرے مڈل کلاس ان کو ہمارے اسٹیٹس اور ٹیسٹ کا کیا پتہ۔" اُس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"لیکن پھر بھی پہلی بار بہو گھر آئی تھی اُن کے۔ کیا کوئی کسے ایسا تحفہ دیتا ہے۔ کوئی ڈھنگ کا ڈریس دیتی ورنہ دیتی ہی نہ۔" وہ ڈریس اُن کے معیار پر پورا اترا ہی نہیں رہا تھا اور اترتا بھی کیوں وہ عورت ایک اونچے اسٹیٹس سے تعلق رکھتی تھی۔ سیما کو اُنہوں

New Era Magazine

نے نکاح کے وقت بھی آخری بار اپنے فیصلے پر نظرثانی کرنے کے لیے کہا تھا۔اُسے بہت سمجھایا تھا۔لیکن پھر اپنی بیٹی کی ضد کے آگے اُنہیں بھی گھٹنے ٹیکنے پڑے تھے۔وہ کئی بار ٹوک بھی دیتیں کہ ایسا مراد میں اُسے کیا نظر آگیا تھا جو وہ اُس کی دیوانی ہو گئی تھی۔سیما اُنہیں کچھ کہنے کی بجائے بات سنی ان سنی کر دیتی تھی۔

"چھوڑیں ناں مما آپ بھی کیا ٹاپک لے کر بیٹھ گئیں۔آپ یہ ڈریس ملازمہ کو دے دیجئے گا۔میں نے تو بس مراد کے کہنے پر لے لیا تھا۔"

اُن دونوں کی گفتگو کو پاس اخبار میں منہ دیے بیٹھے مہتاب صاحب بھی سن رہے تھے۔اُنہوں نے تاسف اور افسوس سے سر ہلایا۔

"تحفے کا کوئی اسٹیٹس نہیں ہوتا۔تحفے کی قیمت،بناوٹ نہیں دیکھی جاتی بلکہ دینے والے کا خلوص اور دل دیکھا جاتا ہے،اُس کی اپنائیت اور محبت دیکھی جاتی ہے۔ان سب چیزوں کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔" پیپر تہہ کر کے اُنہوں نے سامنے رکھا اور ایک اُچٹتی نگاہ اُن ماں بیٹی پر ڈالی۔

"آپ تو رہنے ہی دیں۔" بے ذاریت سے کہتے ہوئے انیقہ بیگم نے چائے کا کپ منہ سے لگا لیا۔

New Era Magazine

وہ کچھ بولنے ہی والے تھے لیکن مراد کو سامنے سے آتا دیکھ مہتاب صاحب نے چپ سادھ لی تھی۔وہ آکر اُن کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھ چکا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بیٹا تمہاری ماں کی؟" انہوں نے مراد سے اُس کی ماں کی طبیعت کے بارے میں پوچھا۔

"جی اب پہلے سے بہتر ہے۔"

"آتے جاتے رہا کرو۔اُنہیں تمہاری اشد ضرورت ہے۔رشتے یوں ختم نہیں ہوتے بیٹا۔وقتی ناراضگی ہوتی ہے۔اس طرح ماں باپ سے منہ نہیں موڑتے۔" ناصحانہ انداز میں اُنہوں نے اُسے سمجھایا جس پر مراد نے سر ہلا دیا تھا۔

مہتاب صاحب اپنی بیوی اور بیٹی کی حرکتوں سے سخت نالاں تھے۔وہ اُنہیں سمجھانے کی کوشش بھی کرتے لیکن وہ ماں بیٹی سمجھتی ہی نہیں تھیں۔اس لیے وہ اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ چکے تھے۔

****

New Era Magazine

آج صبح سے ہی سیما کو اپنی طبیعت گری گری سی محسوس ہونے لگی تھی۔ مراد کے کہنے پر وہ اس کے ساتھ ہاسپٹل آئی تھی۔ ڈاکٹر کے منہ سے سننے والی خوش خبری پر مراد تو گویا ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے اُسے سیما کا خیال رکھنے کی خاص تاکید کی تھی۔

ہاسپٹل سے آنے کے بعد انیقہ بیگم سیما کے کمرے میں اُس کا حال احوال دریافت کرنے گئیں تھیں اور جو بات اُنہوں نے کی تھی اُسے سن کر سیما بھی دنگ رہ گئی تھی۔

"مما میں ایسے کیسے کر سکتی ہوں؟"

"کیسے کر سکتی ہو کا کیا مطلب۔ ابھی یہ سب اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہے تمہارے لیے۔ کیوں اپنے آپ کو پابند کرنا چاہتی ہو۔ کوئی ضرورت نہیں ہے ابھی سے اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈالنے کی۔ میں تو کہتی ہوں رفع دفع کرو اس معاملے کو۔ ابھی تو لائف انجوائے کرنے کے دن ہے تمہارے۔" سیما شاک کی سے کیفیت میں بس اُنہیں دیکھے گئی اور خالی الذہن سی انیقہ بیگم کی باتیں سننے لگی جو اس کی برین واشنگ کر رہی تھیں۔

****

"آپ نے بلایا انکل۔" مراد نے اندر داخل ہو کر مہتاب صاحب کو مخاطب کیا جو اسٹڈی روم میں بیٹھے تھے۔

New Era Magazine

"ہاں!!!آؤ بیٹھو۔"ایک نظر اُسے دیکھ کر اُنہوں نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔

"مراد میں چاہتا ہوں کہ اب تم سیما کو اپنے گھر لے جاؤ۔ تم تو جانتے ہی ہو ڈاکٹر نے اُس کا خیال رکھنے کے لیے کہا ہیں۔اُسے اس وقت تمہاری بھرپور توجہ کی ضرورت ہے اور وہ توجہ اُسے تمہارے گھر میں تم سے اور تمہاری ماں سے ہی مل سکتی ہے۔"ایک نظر اُنہوں نے اُسے دیکھا جو اُنہیں ہی دیکھ رہا تھا پھر ایک لمبی سانس خارج کر کے گویا ہوئے۔

"میں جو خوبیاں اپنی بیٹی میں دیکھنا چاہتا تھا وہ نہیں دیکھ سکا۔شائد اُس کی پرورش کی ذمہ داری ٹھیک طرح سے نہیں اٹھا سکا۔"اُن کا انداز انتہائی شکست خوردہ تھا۔

"مجھے غلط مت سمجھنا، یہیں ٹھیک ہو گا تمہاری اور سیما کی آئندہ آنے والی زندگی کے لیے۔ تم سمجھ رہے ہو میری بات؟"

"لیکن انکل سیما بالکل بھی راضی نہیں ہو گی۔"اُس نے اُن کی توجہ سیما کے طرف مبذول کروائی جو اس اچانک فیصلے پر یقیناً بالکل بھی راضی نہیں ہوتی۔

"اُسے میں ہینڈل کر لوں گا۔ تم آج ہی جانے کی تیاری کرو۔"مہتاب صاحب کی بات پر اُس نے سر ہلا دیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

مہتاب صاحب انیقہ بیگم اور سیما کی گفتگو سن چکے تھے اور اُن کے خیالات سن کر بہت دل شکن ہوئے تھے۔اس لیے انہیں یہ ہی فیصلہ ٹھیک لگا تھا کہ سیما اپنے سسرال چلے جائے۔اس طرح انیقہ بیگم اپنے ارادے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں تھیں۔وہ انیقہ بیگم سے بھی سخت نالاں ہو گئے تھے۔کیسی ماں تھی وہ جو اپنی ہی بیٹی کی گود اجاڑنے پر تلی ہوئی تھیں۔اُن کا اس بات سے بہت دل دُکھا تھا۔انیقہ بیگم کو ہمیشہ سے اپنی کرنے کی عادت تھی۔وہ کبھی اپنے شوہر کی نہیں سنتی تھیں یہ ہی وجہ تھی کہ مہتاب صاحب کبھی ان کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے تھے لیکن اب پانی سر سے اوپر ہو چکا تھا وہ خاموش تماشائی بن کر یہ سب نہیں دیکھ سکتے تھے۔

****

مہتاب صاحب اور انیقہ بیگم بھی مراد اور سیما کے ہمراہ اکرام صاحب کے گھر موجود تھے۔اُنہیں اپنے گھر دیکھ کر وہ لوگ حیران ہوئے تھے۔

"آپ لوگ بچوں کو معاف کر دیں۔اس سب میں میری بھی غلطی ہے میں نے اس معاملے میں آپ لوگوں سے بھی بات کرنی چاہیے تھی۔میں بہت شرمندہ اور معذرت خواہ ہوں۔" جھکے سر کے ساتھ مہتاب صاحب نے بڑے ہی محسن اخلاق میں اُن سے معزرت کی تھی۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں بھائی صاحب۔ گزری باتوں کو بھلا دیجیئے ہمیں تو بچوں کی خوشیاں عزیز ہیں۔" زاہدہ کے جواب پر مہتاب صاحب نے متشکر نظروں سے انہیں دیکھا جبکہ اکرام صاحب خاموش ہی تھے۔ان کے درد کو مہتاب صاحب بھی سمجھ سکتے تھے۔

مراد کے گھر والے بھی تمام گلے شکوے بھلا کر اُن سے نہایت ہی خوش اسلوبی سے پیش آئے تھے۔انیقہ بیگم کے رویے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مارے باندھے وہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ان کی باتوں پر ان کی بیٹی نے کان نہیں دھرے تھے اس بات کا انہیں سخت تاؤ چڑھا تھا۔

سیما کی طرف سے ملنے والی خوشخبری اور مراد کے واپس آجانے کی اتنی خوشی تھی کہ زاہدہ بیگم اپنی بیماری اور تکلیف بھی بھول چکی تھیں۔سیما تو انہیں مراد کے توسط سے عزیز تھی ہی لیکن اب آنے والے مہمان کی وجہ سے اور زیادہ ہو گئی تھی۔اکرام صاحب بھی اوپری طور پر غُصہ تھے لیکن اندر ہی اندر خوش بھی تھے۔ناراضگی اب بھی تھی لیکن وقتی تھی وقت کے ساتھ ساتھ ختم بھی ہو جانی تھی۔بڑھاپے میں انسان اولاد کی خوشیوں کی خاطر،ان سے محبت کی خاطر کتنا مجبور ہو جاتا ہے۔پارس بھی اپنی بھابھی کے گھر آجانے پر پرجوش سی ہو گئی تھی۔سب خوش تو تھے البتہ سیما کا موڈ بجھا

بجھا سا تھا، جس کا اظہار بھی وہ نخوت بھرے انداز میں کر رہی تھی۔ کسی کی بھی بات کا جواب وہ صحیح طریقے سے نہیں دے رہی تھی۔ مہتاب صاحب کے بہت سمجھانے پر وہ یہاں آنے کے لیے راضی ہوئی تھی۔ اُس نے سسرال میں رہنے کی ایک ہی شرط رکھی تھی کہ جیسے ہی بچے کی پیدائش ہوئی وہ واپس اپنے گھر چلی جائے گی۔ مہتاب صاحب کے لیے فی الحال اتنا ہی کافی تھا کہ اُس نے رضامندی دے دی تھی۔ زاہدہ بیگم کے کئی مرتبہ کہنے کے باوجود بھی بنا کچھ کھائے پیے تھوڑی دیر بیٹھ کر مہتاب صاحب اور انیقہ بیگم واپس چلے گئے تھے۔

****

سیما ایسا کوئی دن نہیں جانے دیتی تھی جس میں مراد کے گھر والوں کے خلاف اُس کی شکایتوں کا کھاتہ نہ کھولا ہو۔ زاہدہ بیگم اور پارس گھر کا ماحول اور خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں اسی لیے صرف اُس کی ہاں میں ہاں ملاتی تھیں لیکن سیما نے تو گویا قسم کھائی ہوئی تھی کہ گھر میں بدمزگی ہی پھیلی رہے۔ مراد اُس کی باتوں کو سچ مان کر اپنے گھر والوں سے اور زیادہ بدزن ہوتا جا رہا تھا لیکن یہاں رہنا اُس کی مجبوری تھی اسی لیے اب تک رکا ہوا تھا جاتا بھی تو کہاں جاتا؟ یہ ہی چھت تو ایک آسرا تھی۔ ورنہ کہاں دردر بھٹکتا؟ جن

آسائشوں میں سیما پلی بڑھی تھی وہ اُسے فی الحال میسر نہیں کر سکتا تھا اور ان دنوں سیما کی حالت کے پیشِ نظر وہ کہیں پر گھر لینے کا رسک بھی نہیں لے سکتا تھا۔

سیما رات گئے اپنے دوستوں کے ساتھ رہتی پھر اپنی مرضی سے لوٹ کر آتی۔ رات گئے لوٹنا اُس کا روزانہ کا معمول بن چکا تھا۔ زاہدہ اُسے پیار سے سمجھاتیں لیکن وہ سنتی نہیں تھی۔ آج بھی شام میں جانے سے پہلے زاہدہ بیگم نے اُسے پیار سے سمجھانا چاہا تھا جس پر وہ بھڑک اُٹھی تھی۔

"آنٹی پلیز میں یہاں کسی کی پابند نہیں ہوں۔ آپ اپنے رولز اینڈ ریگولیشنز مجھ پر نہ ہی چلائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ آپ اپنی بیٹی پارس کی طرح نہ سمجھیے گا مجھے جو چُپ چاپ سب کچھ سہہ جائے گی۔ اینڈ بائے دا وے!!! جب میرے شوہر کو ہی کوئی پرابلم نہیں ہے تو آپ کیوں مجھ پر روک ٹوک کر رہی ہیں۔" اُس کی بات پر زاہدہ اب کیا کہتی اُن کے گھر کا سکہ ہی کھوٹا تھا۔ پارس اُس کے الفاظ پر ہی دنگ رہ گئی تھی۔

"بھابھی ایسی تو کوئی غلط بات نہیں کہی اماں نے جو آپ یوں شور مچا رہی ہیں۔"

"تم تو چپ ہی رہو بی بی۔ یہ تمہارا ہی کیا دھرا ہے تم سے ہی برداشت نہیں ہوتا میرا باہر آنا جانا پتا نہیں اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ مجھ سے کیوں لینا چاہتی ہو۔" اس کا انداز انتہائی ہتک آمیز تھا۔ کسی جاہل عورت کی طرح وہ شور مچا رہی تھی۔

چیخ وپکار کی آواز پر مراد بھی اپنے کمرے سی نکل آیا تھا۔وہ اپنے کمرے میں ہی اُن کی باتیں سن چکا تھا۔

"اماں آخر چاہتی کیا ہیں آپ۔کیوں سیما کے پیچھے پڑ جاتی ہیں ہر بار۔اُسے کرنے دیجئے وہ جو کرنا چاہتی ہے جو اُسے اچھا لگتا ہے۔میں بالکل برداشت نہیں کروں گا کہ اس پر بے جا پابندیاں لگائی جائیں۔"اونچی آواز میں کہتا وہ پارس پر ایک کڑی نگاہ ڈالتا سیما کو اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔زاہدہ اپنے بیٹے کے الفاظ پر ہی ششدر سی کھڑی رہ گئی۔ کیا یہ انہیں کا بیٹا تھا؟وہ کون سی پابندیاں عائد کر رہی تھیں اس کی بیوی پر وہ تو اس کے بھلے کے لیے ہی کہہ رہی تھیں۔

"اماں تم نے کچھ کہا کیوں نہیں بھیا کو۔یہ کون سا طریقہ تھا۔بھلے ہی آپ کو اکیلے میں کہہ دیتے یوں بھابھی کے سامنے؟اس طرح تو انہیں اور زیادہ شہہ ملے گی۔"

"میں اپنا بیٹا کھونا نہیں چاہتی۔"زاہدہ کی پست آواز ابھری۔پارس تاسف سے انہیں دیکھے گئی،اب بچا ہی کیا تھا کھونے میں۔ان کا بیٹا تو کب کا بیگانہ ہو چکا تھا۔

"پارس اپنے ابا کے سامنے کوئی ذکر مت کرنا۔"آہستگی سے کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

****

"اففففف کیسے گزریں گے میرے دن یہاں مراد۔اتنی روک ٹوک میں نے اپنی زندگی میں نہیں سہی جتنی یہاں سہہ رہی ہوں۔پتہ نہیں ڈیڈ کو بھی کیا سُجھی جو مجھے اس گھر میں بھیج دیا۔"اپنا ہینڈ بیگ بیڈ پر پھینکے وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔مراد لمبی سانس کھینچتا اس کے پاس آیا اور اسے شانوں سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔

Calm down seema"

اتنا اسٹریس مت لو تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

"کیسے اسٹریس نہ لوں؟تم نے دیکھا ناں ابھی باہر اور تمہاری اس بہن کو تو مجھ سے خدا واسطے کا بیر ہے ضرور اسی نے تمہاری ماں کے کان بھرے ہوں گے۔"بلا کی مظلومیت چہرے پر سجائے وہ کہہ رہی تھی۔

"اوکے۔۔۔اوکے ریلیکس!!!تم ریسٹ کرو میں بات کروں گا اماں سے۔"اسے لیٹا کر اس پر کمبل درست کرتا وہ بھی سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔

****

سیما کی ڈیلیوری کے دن نزدیک آرہے تھے۔وہ تو جیسے انگلیوں پر دن گن رہی تھی۔یہ گھر اسے ایک قید خانہ محسوس ہوتا تھا جہاں سے وہ جلد از جلد نکلنا چاہتی تھی۔

****

بالآخر وہ دن آہی گیا تھا جس میں سیما نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا۔سب بہت خوش تھے۔ سیما کی پسند پر ہی بچے کا نام مجدس رکھا گیا تھا۔مہتاب صاحب کے کہنے پر وہ ہاسپٹل سے جبراً اپنے سسرال آئی تھی۔اسے پھر سے سب نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔اس کے نخرے تھے جو دن با دن بڑھتے ہی جا رہے تھے۔اس کی صرف ایک ہی ضد تھی کہ وہ اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہے۔اس کے ڈیڈ اور ماما چکر لگا جاتے تھے۔مہتاب صاحب اسے ہر بار ساتھ لے جانے کا دلاسہ دیتے رہتے تو وہ دل مسوس کر رہ جاتی۔حقیقتاً مہتاب صاحب اب اسے اپنے گھر کا ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔

****

جمال شاہ اور اکرام انصاری کی آپس میں گہری دوستی تھی۔دونوں گھروں کا آپسی میل ملاپ بھی تھا۔پہلے دونوں ایک ہی محلے میں رہتے تھے لیکن جب سے جمال صاحب کے بیٹے زوہیب کو جاب لگی تھی وہ اس علاقے سے منتقل ہو گئے تھے۔آج جمال صاحب بہت دنوں بعد اکرام صاحب کے گھر آئے تھے۔وہ دونوں اس وقت بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب انہیں محسوس ہوا کہ اکرام صاحب بجھے بجھے سے ہیں۔

"پریشان نظر آرہے ہو اکرام کیا بات ہے؟" جمال صاحب کے اچانک پوچھنے پر وہ حیران ہوئے تھے کہ انہوں نے کیسے جان لیا۔

New Era Magazine

"بتاؤ اکرام کیا بات ہے؟" پھر سے ان کے سوال دہرانے پر اکرام صاحب نے ساری بات ان کے گوش گزار کر دی کہ جب سے مراد نے شادی کی ہے اس کا رویہ گھر والوں کے ساتھ کیسا ہے اور یہ بھی کہ اب انہیں پارس کے رشتے کی بھی فکر لاحق ہے۔

دونوں دوستوں کے فیملی کے آپسی تعلقات اچھے ہونے کی بنا پر گھریلوں معاملات ایک دوسرے سے ڈھکے چھپے نہیں رہتے تھے۔ ساری بات سن کر انہوں نے ایک گہرا ہنکارا بھرا۔

"اللہ اس بچے کو ہدایت دے۔ اکرام تم صبر و تحمل سے کام لو۔ پریشان مت ہو میں مراد سے بات کروں گا۔" ان کا کندھا تھپتپاتے ہوئے انہوں نے یقین دلایا۔

وہ دونوں آپس میں بات کر ہی رہے تھے جب زاہدہ اور پارس اندر داخل ہوئیں۔ جمال صاحب کو سلام کر کے وہ دونوں بھی کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ پارس نے چائے کا کپ اٹھا کر انہیں دیا۔

"کیسی طبیعت ہے انکل آپ کی۔ اس بار بہت دنوں بعد چکر لگایا آپ نے؟"

"اللہ کا شکر ہے بیٹا۔ بس ان دنوں کچھ مصروفیات تھیں اسی لیے آ نہیں سکا۔" مسکرا کر انہوں نے جواب دیا۔

New Era Magazine

"مراد نہیں دکھائی دے رہا۔اس کے بیٹے سے بھی ملنا تھا میں نے۔ورنہ تمہاری آنٹی کہے گیں کہ اپنے پوتے سے ملے بنا ہی لوٹ آئیں۔"ان کی بات پر وہ ہلکے سے ہنس دی۔

"بھائی تو بھابھی کے ساتھ ان کے میکے گئے ہیں۔"

"اوہ!!! چلو کوئی نہیں اپنے پوتے سے پھر کبھی مل لوں گا۔"

"اور نزہت بھابھی کیسی ہیں بھائی صاحب؟"زاہدہ نے پوچھا۔

"وہ بھی ٹھیک ہے آپ کو یاد کرتی رہتی ہے ہمیشہ۔"

"زوہیب بیٹے کی نوکری کیسی جا رہی ہے؟"اکرام صاحب کے سوال پر وہ خوشی سے مسکرا دیے۔ان کے چہرے کی چمک ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

"اس کی نوکری بھی اچھی جا رہی ہے خوش ہے اپنے کام سے۔"

"چلو یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

پھر باتوں کا سلسلہ جاری ہوا تو پارس نے اپنے کمرے کی راہ لی تھی۔

"اکرام میں آج تمہارے در پر سوالی بن کے کھڑا ہوں۔آج تمھارے گھر کی روشنی اپنے گھر میں چراغاں کرنے کے لیے مانگ رہا ہوں بولو دو گے مجھے اپنے بیٹے زوہیب

کے لیے پارس کا ہاتھ ؟" جمال صاحب کا یہ فیصلہ فوری تھا۔ ان کے اچانک کیے گئے مطالبہ پر وہ دونوں میاں بیوی حیران نظروں سے انہیں دیکھے گئے۔

"جمال۔۔۔۔۔" وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر پائے تھے کہ انہوں نے ٹوک دیا۔

"بھلے ہی وقت لے لو گھر میں مشورہ کر لو لیکن مجھے مثبت جواب چاہیے۔" انہوں نے مان بھرے لہجے میں کہا۔ وہ دونوں میاں بیوی تو کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہے تھے۔

"آپ کی بیٹی کو اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گا بھا بھی جی۔ بس آپ لوگ فیصلہ ہمارے حق میں دیجیئے گا۔" ان کی بات پر زاہدہ بیگم تشکرانہ انداز میں مسکرا دیں تھیں۔

****

زوہیب کا رشتا کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔ وہ دونوں میاں بیوی تو اس بات پر حیران تھے کہ جمال شاہ نے اپنے اتنے پڑھے لکھے بیٹے کے لیے اُن کی بیٹی کا ہاتھ مانگا تھا۔ زوہیب نے بی کام کیا ہوا تھا اور بینک میں اچھے عہدے پر فائز تھا۔ زاہدہ تو حیران ہونے کے ساتھ ساتھ بہت خوش بھی تھیں۔ اُن کی اپنی بیٹی کے حق میں کی گئی دعائیں رائیگاں نہیں گئی تھی۔ قدرت کے اس فیصلے پر وہ دل و جان سے راضی ہو گئی تھیں جبکہ اکرام صاحب شش و پنج میں مبتلا تھے آخر برادری کے باہر بیٹی کا رشتہ کیسے کر دیں۔

****

جب جمال صاحب نے ساری صورتحال نزہت بیگم کو سنائی تو وہ ان کے فیصلے پر بہت خوش ہوئی تھیں اور اب وہ دونوں زوہیب کے کمرے میں موجود تھے۔

"ابا شادی اور وہ بھی اتنی جلدی...ابھی ابھی تو میں نے اپنا کریئر اسٹارٹ کیا ہے۔" جمال صاحب کی بات پر اُس نے ہلکا سا احتجاج کیا۔

"وہ لڑکی اپنے نصیب کا رزق لے کر خود آئے گی برخوردار۔ہو سکتا ہے اس کے آنے سے اللہ تمہیں اور زیادہ بہتری اور ترقی دے۔باقی جو رب کو منظور ہو۔ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔تمہاری عمر اب شادی کی ہے تو میں اب تمہارے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔" ناصحانہ انداز میں اُنہوں نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"پارس سے ملے بنا میں کیسے ہاں کر دوں؟ وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہے۔وہ کیا چاہتی ہے؟" دل میں اٹھے سوال پر اُس نے نہایت ہی سنجیدگی سے پوچھا۔وہ لبرل تھا۔اُس کی سوسائٹی کے خیالات کچھ اور تھے جبکہ اکرام انصاری صاحب جس سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے وہاں یہ سب صحیح اور مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

"اکرام کے یہاں لڑکا لڑکی کا ملنا معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن میں پھر بھی اس سے بات کروں گا کہ تم پارس سے ملنا چاہتے ہو۔"اُس کی پیشانی پر پڑنے والی لاتعداد شکنوں کو دیکھ کر اُنہوں نے ایک لمبی سانس خارج کی۔

"میں جانتا ہوں۔اپنی لائف پارٹنر کے حوالے سے بہت سے خیالات اور تصورات ہوں گے تمہارے۔ہونا بھی چاہیے اس میں کوئی برائی بھی نہیں۔"اُنہوں نے لبرل باپ ہونے کا ثبوت دیا تھا۔زوہیب تحمل سے اُن کی بات سن رہا تھا۔

"مانتا ہوں تم سے پوچھے بغیر اکرام سے رشتے کی بات کر لی ہے اس اُمید پر کہ میرا بیٹا میری زبان کا پاس رکھے گا۔اُس لڑکی کے باپ کو اُمید دلا آیا ہوں زوہیب۔امید ہے تم اپنے باپ کا مان ٹوٹنے نہیں دو گے۔"اُنہوں نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔وہ اب آگے سے کیا کہتا۔وہ ہمیشہ سے ایک فرمانبردار بیٹا رہا تھا۔وہ خاموش تھا اور یہ ہی خاموشی اُس کی رضامندی تھی۔جب اُس کی باہر کوئی پسند ہی نہیں تھی تو پھر اُسے اعتراض کس بات کا ہوتا۔

"زوہیب بیٹا بھلے ہی پارس زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے لیکن وہ ایک باکردار اور بااخلاق لڑکی ہے۔میں نے تمہارے بھلے اور خوش حال زندگی کے لیے اس بچی کا انتخاب کیا ہے۔"ان کی آنکھیں ان کی دی گئی تمام دلیلوں کی سچائی کی عکاسی کر رہی تھیں۔دل

New Era Magazine

نے لمحے بھر کو زوہیب کی جانب جھکنا چاہا لیکن اپنے دوست سے کیا گیا وعدہ بیچ میں حائل ہو گیا۔ "وہ گھر کو بنانے والی لڑکی ہے۔ سوچو اگر تمہاری کوئی بہن ہوتی اور اگر وہ پڑھی لکھی نہ ہوتی۔ آئے دن ہر رشتے والے جواب دے جاتے۔ تب تمہارے دل پر کیا بیتتی۔ ضروری نہیں کہ کوئی بھی رشتہ ڈگری کی بنیاد پر کیا جائے۔ کسی بھی لڑکی کے پاس اس کی ڈگری یا سرٹیفکیٹس ہونے سے کئی زیادہ اہم اس کا دین سے جڑا ہونا اور حیا دار ہونا ضروری ہے۔ انسانوں کو ان کی تعلیم، ان کی ڈگری کی بنیاد پر نہیں بلکہ اچھے اخلاق و کردار کی بنیاد پر پرکھنا چاہیئے۔" اپنی بات کہہ کر انہوں نے ایک نظر سر جھکائے بیٹھے زوہیب کو دیکھا پھر پاس بیٹھی نزہت بیگم کو اور انہیں ان کی بات کہنے کا اشارہ کیا۔

"سیرت صورت پر سبقت لے جاتی ہے اور کردار ہر چیز پر فوقیت لے جاتا ہے۔ پارس نیک لڑکی ہے بیٹا۔" اپنی ماں کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"خیال رکھنا زوہیب کہ تم اُس بچی کی تضحیک اور دل آزاری کا باعث نہ بنو۔ اُسے پوری عزت و محبت کے ساتھ اپنانا۔" اُن کا انداز نہایت ہی سنجیدہ تھا۔

"آپ دونوں کیوں مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پر۔ میں تیار ہوں، میں وعدہ کرتا ہوں اُسے پوری دلی آمدگی اور عزت و محبت کے ساتھ اپناؤں

گا۔آپ کا بھروسہ ٹوٹنے نہیں دوں گا۔"اُس کے مستحکم لہجے پر وہ دونوں ہی مسکرا دیے تھے۔

"مجھے فخر ہے میرے بیٹے پر۔سدا خوش رہو۔میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔"جمال صاحب نے جھک کر زوہیب کے ماتھے پر محبت کی سچی مہر ثبت کی۔

جب اولاد کے سر پر ماں باپ کی دعاؤں کا سایہ ہو۔جب اولاد اپنے والدین کے جائز فیصلوں پر سر خم کر کے پوری عزت و تکریم سے اُن کے فیصلوں کو ترجیح دے تو پھر اُن کی زندگی کیسے خوش و خرم نہیں ہو سکتی...؟

****

"اکرام صاحب حتمی فیصلہ لینے سے پہلے ایک بار پارس سے اس کی مرضی ضرور جان لیجیئے گا اب کی بار تو اس پر زیادتی مت کریں۔اس کا بیٹی ہونا کوئی جرم تو نہیں۔آپ کا خون ہے وہ۔آخر کب تک اس سے سرد مہری برتتے رہیں گے؟"زاہدہ کی بات پر وہ بالکل چپ ہو گئے تھے۔انہوں نے ہمیشہ اپنی بیٹی پر بیٹے کو فوقیت دی تھی اور اب اس کا صلہ بھی دیکھ رہے تھے۔

"اب اس کا سامنا کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے زاہدہ۔یوں لگتا ہے جیسے میری بیٹی سے میں بہت فاصلوں پر ہوں اور یہ فاصلے بھی میری وجہ سے ہیں۔" ان کے منہ سے میری بیٹی سن کر زاہدہ آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

"آپ کہیں تو میں پارس کو یہاں بلا لاؤں؟"

"نہیں میں خود اس سے بات کروں گا۔مجھے کچھ وقت دو۔تم پہلے اس سے رشتے کی بابت بات کر لینا۔" اپنی بات کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔زاہدہ نم آنکھوں سمیت مسکرا دیں اور وضو کی نیت سے اٹھی آخر انہیں شکرانے کے نوافل بھی تو پڑھنے تھے۔

****

زاہدہ نے زوہیب کے رشتے کا تذکرہ کیا تو پارس بے یقینی سے انہیں دیکھے گئی۔

"تمہارا جواب کیا ہے پارس بیٹی؟"

"اماں یوں اچانک؟"

"یہ اچانک نہیں ہے یہ تو اس رب کا فیصلہ ہے۔میں نہ کہتی تھی پارس، ہر چیز کا وقت مقرر ہوتا ہے۔نصیب کا لکھا کوئی ٹال نہیں سکتا۔ہمارا نصیب خود چل کر ہمارے پاس

آتا ہے۔دیکھو تمہارا قدر دان تم تک پہنچ گیا۔ہماری دعاؤں کا ثمر ہمیں ضرور ملتا ہے۔"زاہدہ بیگم آج بہت خوش تھیں۔ان کے سارے اندیشے کہیں دور جا سوئے تھے لیکن پارس کے اندیشے بڑھتے ہی جا رہے تھے۔کیا وہ جو سن رہی تھی وہ سچ تھا؟کیا یہ حقیقت تھی کہ زوہیب کا رشتہ اس کے لیے آیا تھا۔زوہیب اس رشتے کے لیے راضی کیوں اور کیسے ہوا تھا۔وہ ورطۂ حیرت میں یقینی اور بے یقینی کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا تھی۔

****

"میں جاہلانہ طرز زندگی جیتا رہا وہی کرتا رہا جو صدیوں سے چلتے آرہا ہے،اب ان فرسودہ روایات کا خاتمہ ہونا چاہیے۔میں نے اپنی بچی کا مستقبل تاریکی کی نظر کر دیا۔اب ایسا نہیں ہوگا اپنی بیٹی کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کروں گا اس رشتے کے لیے اس پر کوئی زور زبردستی نہیں کروں گا۔میں پارس کی رضامندی کو ترجیح دوں گا۔"آج اکرام صاحب اپنے آپ کا محاسبہ کر رہے تھے۔مصمم ارادہ کر کے انہوں نے پارس کے کمرے کی راہ لی تھی۔

****

New Era Magazine

زوہیب کی رضامندی دیتے ہی نزہت بیگم نے فون پر بتادیا تھا کہ وہ لوگ تفصیلی بات کرنے کے لیے زوہیب کے ہمراہ ان کے گھر آرہے ہیں اسی لیے زاہدہ صبح سے کھانے کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ جبکہ سیما اپنی ساس کا ہاتھ بٹانے کی بجائے پارس کا دل برا کر رہی تھی۔

To be honest"

پارس مائنڈ مت کرنا، مجھے تو یقین نہیں آرہا زوہیب جیسے لڑکے نے تم سے شادی کے لیے ہاں کیسے کر دی۔ میرا مطلب ہے زوہیب اتنا پڑھا لکھا بندہ ہے، ویل اسٹیبلیشڈ ہے اور تم تو صرف سات جماعتیں پڑھی ہوئی ہو... تم نہیں جانتی آج کل کے لڑکوں کو بیوی اپنی برابری کی چاہیے ہوتی ہے، پڑھی لکھی اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ کیا وہ تمہارا ساتھ قبول کر پائے گا؟ تم سمجھ رہی ہو گی میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں... مجھے تو لگتا ہے ضرور اُس کے پیرینٹس نے اُسے اس شادی کے لیے فورس کیا ہو گا۔" اٹھ کر وہ چلی گئی لیکن پارس کو سوچوں کے بھنور میں چھوڑ گئی۔

"سچ ہی تو کہہ رہی ہیں بھابھی۔ کیا زوہیب کو مجبور کیا گیا ہو گا؟"

وہ اپنی سوچوں میں غلطاں تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ہی اکرام صاحب کھڑے تھے۔ پارس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ

New Era Magazine

اس کے ابا اس کے کمرے کے باہر کھڑے ہیں۔اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ آخری بار وہ کب اس کے کمرے میں آئے ہوں گے۔اس کا دل بھر آیا تھا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ابا اندر آئیں ناں۔" بہت دیر کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی تھی۔اپنی بیٹی کے چہرے پر نظر آنے والی خوشی کو دیکھ کر وہ اپنے آپ میں شرمندہ ہو گئے۔ کتنی ترسی ہوئی تھی ان کی یہ بیٹی ان کی توجہ اور محبت کے لیے۔

"بیٹھو۔" ان کے اشارے پر وہ بیڈ پر ہی ٹک گئی۔اکرام صاحب نے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا تو وہ زار و قطار پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ کتنی تڑپی تھی کتنی ترسی تھی وہ بچپن سے اس لمس اس چاہت و محبت کے لیے۔انہوں نے اسے رونے دیا تھا ان کی خود کی آنکھیں بھی پر نم تھیں۔

"بس کرو پارس بیٹی۔" انہوں نے اسی کے قریب نشست سنبھالی اور اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"ابا۔۔۔۔" وہ سسکیوں سمیت روتی جا رہی تھی۔

"میں ایک اچھا باپ نہیں بن سکا... بہت ظالم و جابر ثابت ہوا ہوں۔میں نے تمہارے خوابوں کو چکنا چور کیا ہے، ہمیشہ تمہاری خوشیوں کو ماند کیا، تمہاری خواہشوں کا گلا

گھونٹا۔بیٹے کو اپنی دولت سمجھتا رہا جبکہ میرے پاس ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی میری بیٹی تھی۔تمہارے تعلیم حاصل کرنے کے خلاف رہا تمہیں آگے داخلہ لینے نہیں دیا اس ڈر سے کہ سماج کیا کہے گا برادری والے کیا کہے گے لیکن اس سب میں نقصان اس سماج،ان خاندان والوں کا نہیں ہوا تمہارا ہوا۔بیٹے نے باہر شادی کرلی لوگوں نے نکتہ چینی کی پھر ہم سے مراسم وروابط کم کرلیے۔کیا کیا باتیں نہ بنائیں۔اس سب سے متاثر ان لوگوں کے گھر کا نظام نہیں ہوا میرا ہوا اور یہ برادری والے صرف باتیں بناتے رہے۔میں بس اسی سوچ میں رہ گیا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ان ہی لوگوں کی فکر میں تمہارے ساتھ غلط کرتا رہا۔دقیانوسی سوچ اور فرسودہ رسم ورواج کو اپنے سینے سے لگائے رکھا لیکن اب میری آنکھیں کھول گئی ہیں۔" ان کے خاموش ہوتے ہی پارس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور جب بولی تو بولتی چلی گئی۔

"یہ لوگ یہ سماج اور خاندان والے باتیں بنانے کے سوا اور کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ان کا کچھ نہیں جاتا لیکن استحصال ہمیشہ سے عورت کا ہوتے آرہا ہے۔کوئی لڑکی پڑھنا چاہتی ہے تو ان کے فرسودہ خیالات اور غیرت جاگ جاتی ہے۔اصل بات تو یہ ہے کہ یہ مردوں کا معاشرہ عورت کو اپنے آپ سے کمتر ہی سمجھتا ہے،اسے برتر نہیں سمجھتا۔ اپنے پیر کی جوتی سمجھتا ہے جبکہ وہ تو سر کا تاج ہوتی ہے جو ان کا رتبہ اور زیادہ بڑھا دیتی

New Era Magazine

ہے۔ یہ لوگ اپنی سوچ کے مطابق جیتے ہیں انہیں لگتا ہے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ہماری لڑکی غلط راہوں کا شکار ہو جائے گی۔ انہیں اپنی تربیت پر بھروسہ کیوں نہیں ہوتا؟ یا اپنی بیٹی کی تربیت ویسی کیوں نہیں کرتے کہ وہ غلط راہوں پر نہ بھٹکے۔ لڑکی اعلیٰ طبقے کی ہو یا متوسط طبقے کی جب شیطانی فرقے میں آجاتی ہے تو حدود بھی پار کر جاتی ہے اس کی سزا دوسری لڑکیوں کو کیوں دی جاتی ہے؟ ہر لڑکی کی فطرت ایک سی نہیں ہوتی یہ بات یہ معاشرہ سمجھتا کیوں نہیں؟" اس نے ایک لمبی سانس لی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ اپنے بنائے خود ساختہ خول سے نکلنا ہی نہیں چاہتا۔ عقل و فہم رکھنے والی، شعور یافتہ، حق و باطل میں فرق محسوس کرنے والی لڑکی اگر انہیں دلائل دے کر سمجھائے بھی تو وہ اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ ان کے دل و دماغ اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ وہ ایک لڑکی کے فیصلوں کو ترجیح دیں اور وہ آج کی لڑکی ان سے آگے نکل جائے پھر ہوتا یہ ہے کہ جب ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا کوئی جواز نہیں ہوتا تو وہ سب کچھ جانتے بوجھتے تمام تر حقائق کی نفی کر کے اور اس کے دیے گئے دلائل کو مسترد کر کے لڑکی کو باغی قرار دیتے ہیں جبکہ وہ ہار چکے ہوتے ہیں لیکن اپنی شکست تسلیم نہیں کرتے، اپنی خود ساختہ انا کا پرچم لہرائے رکھتے

ہیں۔" وہ اسے سن کر حیران ہوئے تھے۔ کہاں سے سیکھی تھیں اس نے ایسی باتیں۔ انہیں فخر ہوا تھا اپنی بیٹی پر۔

"کیا ہم عورتیں صرف مردوں کی خدمت کرنے اور حکم کی تعمیل کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہیں؟ ہمارا دل بھی تو چاہتا ہے کوئی ہمیں سنے، ہمیں سمجھے، ہماری بات کو مانے سراہے، ہمیں توجہ مان اور محبت دے۔ ابا کیا زندگی کی خوشیوں، مسرتوں اور رنگینیوں پر عورت کی ذات کا کوئی حق نہیں ہوتا؟" آج وہ سراپا سوال بنی ان کے سامنے تھی اور ان کے پاس اس کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں تھا۔ اس کے بہتے آنسوؤں کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔

"میں نے بہت زیادتی کی ہے میری بچی تمہارے ساتھ۔ اپنے ابا کو معاف کردو گی ناں۔ مجھے معاف کردو میرا بچہ۔" جھکے سر اور شرمندگی کے ساتھ وہ معذرت خواہ تھے۔

"ابا کیوں گنہگار بنانا چاہتے ہیں مجھے۔" ان کے ہاتھوں کو تھام کر اس نے اپنی آنکھوں سے لگایا۔ بھلا بیٹیاں کہاں باپ کے جھکے سر کو دیکھنا چاہتی ہیں۔ باپ سائبان ہوتا ہے اور اولاد اپنے سائبان کو جھکا ہوا دیکھنا منظور نہیں کرتی۔

New Era Magazine

"بہت برا ہوں میں۔بیٹے کی محبت میں بیٹی کی صورت میں اللہ کی دی ہوئی رحمت کا دل دکھاتا رہا۔"شرمندگی سے کہتے ہوئے انہوں نے نظریں جھکا لیں۔

"ابا مجھے آپ سے کوئی بھی گلہ شکوہ نہیں۔"انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کتنی صابر تھی ان کی یہ بیٹی۔انہوں نے اسے کتنا جھڑکا، کتنا دھتکارا، کبھی محبت بھری نگاہ اس پر نہ ڈالی، کبھی اس کے ناز نخرے نہیں اٹھائے، کبھی دست شفقت اس کے سر پر نہیں پھیرا، کبھی دو پل بیٹھ کر اس سے پیار بھری باتیں نہیں کیں پھر بھی اسے ان سے کوئی گلہ نہیں تھا کوئی شکوہ نہیں تھا۔

"تمہاری اماں نے بات کی تم سے رشتے کی بابت؟"

"جی۔"اس نے نظریں نیچی کیے جواب دیا۔

"اب کی بار میں تم پر کوئی زور زبردستی نہیں کروں گا تمہارا جو بھی فیصلہ ہو گا ہمیں منظور ہو گا۔"ان کے نرمی سے کہنے پر ان کی محبت پر اس کا دل پھر بھر آیا تھا۔

"مجھے آپ کی خوشیاں عزیز ہیں ابا۔"اس کے جواب پر انہوں نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر بوسا دیا۔

"سدا خوش رہو۔"

باہر کھڑی زاہدہ نے اپنی نم آنکھوں کے پوروں کو صاف کیا اور پلٹ گئیں۔

****

جمال شاہ اور نزہت بیگم زوہیب کے ہمراہ اس وقت اکرام صاحب کے گھر موجود تھے۔

"مبارک ہو زاہدہ بھابھی۔ بس کچھ دنوں کی بات ہے پھر پارس ہمیشہ کے لیے ہماری ہو گی۔" نزہت بیگم نے مٹھائی سے زاہدہ کا منہ میٹھا کروایا۔

"خیر مبارک۔" انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اکرام اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو زوہیب پارس سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہے۔" جمال صاحب کی بات پر وہ تھوڑے تزبزب کا شکار ہوئے تھے۔ زاہدہ نے انہیں نظروں میں اشارہ کیا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

****

زوہیب مراد کا ہی ہم عمر تھا لیکن مراد کی طبیعت کے باعث اس کی اس سے اتنی جمتی نہیں تھی۔ پارس اور زوہیب دونوں ایک دوسرے کو بچپن سے جانتے تھے لیکن ان کی بات چیت محض سلام دعا تک ہی محدود تھی۔ اس نئے رشتے کے بارے میں کسی

New Era Magazine

نے ہی نہیں سوچا تھا۔ پارس کے لیے صورتحال بڑی عجیب ہو گئی تھی۔ اپنی انگلیوں کو مروڑے کھڑی وہ زوہیب کے کچھ کہنے کی منتظر تھی جو سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

"ریلیکس ہو کر بیٹھ جاؤ۔" اس کے کہنے پر وہ اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

"پارس کیا تم دلی طور پر اس رشتے کے لیے آمادہ ہو؟" زوہیب نے اس کے چہرے سے کچھ اخذ کرنا چاہا جو اسے ڈری سہمی دکھائی دی لیکن اس کے سہمنے کی اصل وجہ زوہیب کا سامنا کرنا تھا جو وہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔

"بلا جھجک تم مجھ سے بات کر سکتی ہو۔ میرے نزدیک شادی کے لیے دونوں فریقین کا راضی ہونا بہت ضروری ہے۔" ایک نظر اس نے پارس کے جھکے سر کو دیکھا جو شاید کچھ نہ بولنے کی قسم کھائے بیٹھی تھی۔ اس کا یوں چپ رہنا زوہیب کو کچھ عجیب لگا۔ اسے بولنے پر راضی نہ دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

"میں راضی ہوں تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے لیے، کیا تم راضی ہو؟" وہ اسے یقین دلا کر اس کا جواب مانگ رہا تھا۔

"مجھے آپ کا ساتھ منظور ہے۔" اس کی حوصلہ افزائی پر وہ دھیمے سے گویا ہوئی البتہ نظریں ہنوز نیچے جھکی ہوئی تھیں۔ بے اختیار ہی زوہیب کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔ اس کی جھجھک اور حیا کا انداز اسے بہت پسند آیا تھا۔

New Era Magazine

"میں اپنی زندگی میں پوری خوشنودی اور دلی رضامندی کے ساتھ تمہارا استقبال کروں گا۔" اسے اعتبار کی ڈور تھماتا وہ جا چکا تھا۔

****

کسی بھی قسم کے جہیز وغیرہ سے زوہیب نے صاف انکار کر دیا تھا۔ بڑوں کے فیصلہ کرنے پر یہ طے پایا تھا کہ شادی سادگی سے اگلے ہفتے ہی کر دی جائے۔

سب خوش گپیوں میں مصروف تھے جب مراد اپنے کمرے سے نیچے بیٹھک روم میں آیا تھا۔ ان سب پر ایک نگاہ ڈال کر اس نے سلام کیا۔

"مراد بیٹا آؤ ناں بیٹھو کئی دنوں سے تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔" جمال صاحب نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"جی انکل بس آج کل مصروفیت زیادہ ہے۔ معاف کرنا آپ لوگوں کو جوائن نہیں کر سکوں گا۔" کہہ کر وہ رکا نہیں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ زوہیب نے ایک تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی۔ اکرام اور زاہدہ اپنی جگہ شرمندہ ہو کر رہ گئے۔ کیا ہی تھا جو وہ دو گھڑی بیٹھ کر ان سے بات کر لیتا جانتا بھی تھا کہ وہ لوگ یہاں کیوں موجود ہیں۔ اب دوستی رشتے داری میں بدلنے جا رہی ہے لیکن اسے پرواہ کہاں تھی۔

****

تمام تر رسموں، تقریبوں کے بعد بالآخر وہ دن آہی گیا تھا جب زوہیب اور پارس ایک دوسرے کا نصیب بننے جا رہے تھے۔ گوری رنگت، خوبصورت بڑی بڑی آنکھیں، پھولوں سے آراستہ زیور، گلابی اور ہلکے سبز رنگ کے امتزاج والے جوڑے میں ملبوس وہ سادگی میں بھی غضب ڈھا رہی تھی۔ زاہدہ اس کی بلائیں اتارتے نہیں تھکتی تھیں۔ کلثوم آپا نے بھی ہر تقریب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ جب نکاح خواں کی آمد کا شور ہوا تو ہر طرف اودھم مچ گئی تھی۔

نکاح شروع ہوتے ہی پارس کے دل کی دھڑکن بھی رفتار پکڑ چکی تھی۔

"پارس ولد اکرام انصاری آپ کو زوہیب شاہ ولد جمال شاہ سے باعوض حق مہر دس ہزار نکاح قبول ہے؟"

وہ بالکل ساکت تھی۔ وجود میں کوئی حل چل نہیں تھی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں اور ساتھ ہی کچھ باتیں اُس کے ذہن میں گردش بھی کر رہی تھیں۔

To be honest")

پارس مائنڈ مت کرنا، مجھے تو یقین نہیں آ رہا زوہیب جیسے لڑکے نے تم سے شادی کے لیے ہاں کیسے کر دی۔ میرا مطلب ہے زوہیب اتنا پڑھا لکھا بندہ ہے، ویل اسٹیبلیشڈ

ہے اور تم تو صرف سات جماعتیں پڑھی ہوئی ہو... تم نہیں جانتی آج کل کے لڑکوں کو بیوی اپنی برابری کی چاہیے ہوتی ہے، پڑھی لکھی اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ کیا وہ تمہارا ساتھ قبول کر پائے گا؟ تم سمجھ رہی ہو گی میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں... مجھے تو لگتا ہے ضرور اُس کے پیرینٹس نے اُسے اس شادی کے لیے فورس کیا ہو گا۔")

"قبول ہے!!!!" ہلکی سی آواز میں اُس نے آنکھیں موند کر کہا تھا۔

"پارس ولد اکرام انصاری آپ کو زوہیب شاہ ولد جمال شاہ سے باعوض حق مہر دس ہزار نکاح قبول ہے؟"

(میں نہ کہتی تھی پارس۔۔ ہر چیز کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ نصیب کا لکھا کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ہمارا نصیب خود چل کر ہمارے پاس آتا ہے۔ دیکھو تمہارا قدردان تم تک پہنچ گیا۔ ہماری دعاؤں کا ثمر ہمیں ضرور ملتا ہے۔) اپنی ماں زاہدہ کی آواز پر اُس نے پھر ہولے سے رضامندی دی۔

"قبول ہے!!!"

"پارس ولد اکرام انصاری آپ کو زوہیب شاہ ولد جمال شاہ سے باعوض حق مہر دس ہزار نکاح قبول ہے؟"

New Era Magazine

(میں راضی ہوں تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے لیے، کیا تم راضی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اپنی زندگی میں پوری خوشنودی اور دلی رضامندی کے ساتھ تمہارا استقبال کروں گا۔)

"قبول ہے!!!"

بلآخر وہ لمحہ بھی آگیا تھا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زوہیب شاہ کی ہوگئی تھی ۔پارس آج زوہیب شاہ کے نام کر دی گئی تھی جو اُس کا نصیب تھا۔

پارس سے رضامندی لینے کے بعد نکاح خواں نے زوہیب سے اجازت چاہی۔

"زوہیب شاہ ولد جمال شاہ آپ کو پارس ولد اکرام انصاری اپنے نکاح میں قبول ہے؟ "

اس کے ذہن کے پردے پر پارس کا سہما، حیا کی لالی بکھیرتا چہرہ روشن ہوا اور اس کی میٹھی رس گھولتی آواز قریب ہی گونجی۔

("مجھے آپ کا ساتھ منظور ہے۔")

"قبول ہے۔"

اسی طرح دو مرتبہ اس کی رضامندی لی گئی تھی ہر طرف مبارکباد کا شور مچا تھا۔

****

پارس کو سینے سے لگائے روتی ہوئی زاہدہ کو کلثوم آپا تسلیاں دیے جا رہی تھیں۔

"بس کر جا زاہدہ اور کتنا روئے گی۔ ارے تجھے تو خوش ہونا چاہیے تیری پارس کا بھاگیہ (نصیب) جاگ گیا ہے۔ ہماری پارس تو بڑی بھاگیہ وان (نصیبوں والی) نکلی۔ دیکھ اس کے نصیب کا تارا کیسے جگمگایا ہے۔ اتنا سوہنا گھر والا ملا ہے اسے۔ رانی بنا کر رکھے گا تیری بیٹی کو۔ چل رونا بند کر اور اسے خوشی خوشی وداع کر۔"

"یہ تو خوشی کے آنسو ہیں کلثوم آپا۔" پارس سے الگ ہو کر زاہدہ نے اپنے آنسو صاف کیے۔ ان کے چہرے پر بیٹی کی جدائی اور خوشی کے رنگوں کا ملاپ تھا۔ بیک وقت وہ خوش بھی ہو رہی تھیں اور دکھی بھی۔

ماں سے علیحدہ ہو کر وہ باپ کے سینے سے جا لگی۔ وہ اتنا پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی کہ اکرام انصاری کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے تھے۔ نئے سرے سے انہیں اپنی زیادتیاں یاد آئی تھیں۔ باپ بیٹی کہ اس بچھڑنے والے منظر کو دیکھتے ہوئے ہر آنکھ اشکبار ہو گئی تھی۔

New Era Magazine

"نہ میری بچی بس کرو اور کتنا رو گی طبیعت خراب کر لو گی اپنی۔اس گھر کو اپنا گھر سمجھنا۔ہماری تربیت پر انگلی مت اٹھنے دینا۔جاؤ خوش رہو۔"اسے نصیحت کر کے دل پر پتھر رکھ کر بڑے بھاری دل سے انہوں نے اپنی بیٹی کو رخصت کیا تھا۔

باری باری وہ اپنے بھیا اور بھابھی سے ملی۔جب اس کے بھائی نے اسے گلے سے لگایا تب وہ منتظر ہی رہی کہ وہ کچھ کہے گا لیکن اس نے صرف اس کا سر تھپکا تھا۔اس نے اپنے بھتیجے مجدس کو چوما اور پھر پارس نے سب پر ایک الوداعی نگاہ ڈال کر اپنی نئی زندگی کی راہ پر قدم بڑھا دیے جو اس کی منتظر تھی، جہاں اس کا ہمسفر اس کا منتظر تھا۔

****

حجلہ ء عروسی میں بیٹھی وہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔زوہیب کے یقین اور اعتبار دلانے کے باوجود اس کا دل مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔آخر اس نے شادی کے لیے ہاں کیوں کی تھی؟کیا اسے پتہ نہیں تھا پارس کے بارے میں کہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں ہے... تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اس نے ایسی لڑکی کو کیوں چنا جو تعلیم سے بے بہرہ ہے؟سوال تھے جن کا جواب اس کے پاس موجود نہیں تھا۔

دستک کی آواز پر وہ سنبھل کر بیٹھی۔دل کی دھڑکن مزید تیز ہو گئی۔ہتھیلیاں پسینے سے شرابور ہو گئی تھیں۔گھبراہٹ میں وہ اپنا گھونگھٹ تک ڈالنا بھول گئی تھی۔

وہ اندر داخل ہوا تو سامنے ہی وہ اسے سمٹی سی بیٹھی نظر آئی۔اس کے چہرے پر اس کی نظریں ٹکیں سی رہ گئی۔ سبز رنگ کے دوپٹے میں اس کا پر کشش چہرہ شاداب نظر آرہا تھا۔ چہرے پر گھبراہٹ کے تاثرات رقم تھے البتہ آنکھیں ہنوز نیچے تھیں۔ جاذب نظر نین و نقوش، چہرے پر شرم و حیا کے بکھرے رنگ اسے خوبصورت بناتے تھے۔اس نے گہری سانس کھینچی۔

"یہ لڑکی گبھرا کیوں جاتی ہے میری موجودگی میں؟"اپنے آپ میں الجھتا سر جھٹک کر وہ آگے بڑھا اور دراز سے ایک مخملی ڈبیا نکالی پھر رخ اس کی جانب کیا جس کے وجود میں اب تک کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔

"السلام و علیکم!!!!"زوہیب کی آواز پر اس نے ہولے سے سر اٹھا کر دیکھا، وہ سلام کا جواب دیے بنا اسے دیکھے گئی۔ صاف رنگت، ہلکی ہلکی سی داڑھی، چمکتیں آنکھیں جو اس کی سنجیدگی کو مزید بڑھاتی تھی۔ کیا کمی تھی ان میں کچھ بھی تو نہیں۔ بہتر سے بہتر لڑکی ان کا نصیب بن سکتی تھی۔ وہ پھر اپنی سوچوں میں ڈوب گئی تھی۔اسے یک ٹک دیکھتے پا کر زوہیب نے اپنا گلا کھنکھنارا تو وہ ہڑبڑا کر رہ گئی۔

"وعلیکم السلام!!!"اس کی کپکپاتی آواز پر وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ کچھ پل اس کے جھکے سر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر اس کی انگلی میں انگوٹھی پہنادی۔

اس کا ٹھنڈا پڑتا ہاتھ اب بھی اس کی گرفت میں تھا۔پارس نے اس انگھوٹی کو دیکھا پھر زوہیب کو اور پھر اگلے ہی لمحے نظریں چرا لیں۔

"پسند آئی رنگ؟"اس کے خوبصورت چہرے کو نظروں کی زد میں لیے وہ مستفر ہوا۔

"جی بہت پیاری ہے۔"اس کی نظروں کی گرفت محسوس کرتے ہوئے وہ سمٹی جا رہی تھی۔

"تم بھی۔"بے ساختہ زوہیب کے منہ سے نکلا تھا جبکہ پارس کے کانوں کی لوویں تک سرخ ہو گئی تھیں۔

پارس کا دوسرا ہاتھ بھی تھامے چند لمحے وہ اس کے حنائی ہاتھوں کو دیکھتا رہا پھر چھوڑ دیا۔کچھ کہنے کے لیے شاید وہ الفاظ مجتمع کر رہا تھا۔اس کی خاموشی سے پارس کی الجھن مزید بڑھتی جا رہی تھی۔دل پریشان ہو رہا تھا کہ پتہ نہیں اب وہ کیا کہے گا۔اس کی سنجیدگی پر اس کا دل پرندے کی مانند پھڑ پھڑائے جا رہا تھا اب نجانے اس کا نصیب کیا موڑ لینے والا تھا۔

"پارس میں نے خود سے عہد کیا تھا کہ میری زندگی میں آنے والی میری ہمسفر کو میں خلوص،وفاداری اور پوری دیانت داری کے ساتھ اپنا بناؤں گا۔میری خواہش تھی کہ وہ لڑکی بھی میرے ساتھ وفادار ہو۔جن رشتوں میں سچائی،خلوص،وفاداری اور

New Era Magazine

دیانت داری نہ ہو تو وہ پائیدار نہیں رہتے۔رہی محبت تو میرا یقین ہے جہاں سچائی، خلوص، وفاداری، پاسداری ہو وہاں محبت خود بخود جنم لے لیتی ہے...میاں بیوی کا رشتہ جتنا کمزور ہوتا ہے اتنا ہی مضبوط بھی ہوتا ہے۔اس رشتے سے صرف دو وجود ہی نہیں دو خاندان جڑتے ہیں، نئی نسل کی آبیاری ہوتی ہیں۔میں چاہتا تھا وہ لڑکی میری اور میرے والدین کی عزت کرے۔میں چاہتا ہوں تم میرے والدین کو اپنا سمجھ کر ان کی عزت کرو۔میری خواہش ہے تم ہر مشکل وقت، ہر دکھ سکھ میں میرے شانہ بشانہ کھڑی رہو، میرے مسائل کو صرف میرے ہی نہیں اپنے بھی سمجھو۔جانتا ہوں بہت ساری توقعات باندھ رہا ہوں اور یہ ضروری نہیں کہ ساری پوری بھی ہو، میں زیادہ کچھ نہیں بس تم سے تمہارا ساتھ مانگتا ہوں بولو دو گی میرا ساتھ؟"اس کے وقفہ لینے پر پارس نے ہمت کر کے اپنا ہاتھ اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پر رکھا جیسے یقین دلا رہی ہو وہ اس کے توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرے گی۔وہ تو ہر بات خاموشی سے مان جاتی تھی پھر اب اس کی بات کیوں نہیں مانتی جو اس کا مجازی خدا تھا۔ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ زوہیب نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"میں میاں بیوی کے رشتے میں برابری اور مساوی حقوق کا قائل ہوں۔ایک فریق حکم صادر کرتا جائے اپنی مرضی کے تابع رکھے اور دوسرا بلا چوں چراں کیے مانتا جائے میں

اس کے حق میں نہیں ہوں۔میں اپنے فیصلے جبراً تم پر مسلط نہیں کروں گا اپنی خوشیوں کے ساتھ ساتھ مجھے تمہاری خوشیاں بھی عزیز ہوں گی۔" کہہ کر وہ خاموش ہوا اور اس کے خوبصورت چہرے پر ایک پیار بھری نظر ڈالی۔

"کچھ کہو گی نہیں؟" اس کو چپ دیکھ کر وہ گویا ہوا۔

"میں مرتے دم تک آپ سے وفاداری نبھاؤں گی۔" اس ایک سطر میں اس کا ہر وعدہ نبھانے کا اقرار تھا۔ "میں نے اپنی زندگی میں بہت سی محرومیاں سہی ہیں۔میں آپ سے کچھ نہیں مانگتی بس عزت، توجہ اور محبت کے سوا۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں ہمیشہ تمہاری دل سے عزت کروں گا ایک محافظ کی طرح تمہاری حفاظت کروں گا۔تم سے پیار کروں گا اور ایک اچھا شوہر بننے کی کوشش کروں گا۔" اس کا ہاتھ اس نے نرمی سے دبایا۔

"ایک بات پوچھنا چاہوں گی؟" اس نے جھجک کر کہنے پر زوہیب نے ہلکے سے سر کو جنبش دی۔

"آپ نے میرا انتخاب کیوں کیا؟ ایک تعلیم یافتہ لڑکی آپ کا انتخاب ہونا چاہیے تھی۔ مجھ میں تو ایسی کوئی بات نہیں۔میں ایک تعلیم سے بے بہرہ لڑکی ہوں نامکمل سی۔"

"میں کوئی مکمل انسان نہیں ہوں۔میں بھی پرفیکٹ نہیں ہوں۔میں اپنے آپ کو پرفیکٹ نہیں کہتا۔ہماری ذات کے ایسے کہیں پہلو ہوتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔مجھ میں بھی کمیاں، خامیاں، برائیاں ہیں۔میں طیش میں بہت جلدی آجاتاہوں پتہ نہیں کیوں۔ہو سکتاہے کبھی تم پر بھی غصہ ہو جاؤں۔"ایک نظر غور سے اس نے پارس کے چہرے کو دیکھا جس کے چہرے پر الجھن نظر آرہی تھی۔"گھبراؤ نہیں میرا غصہ وقتی ہوتاہے بہت تھوڑے سے وقت کے لیے۔"اس کے انداز پر وہ اپنے خوف کے باوجود ہلکاسا مسکرادی۔"ہو سکتاہے کبھی ٹیپیکل شوہر بن جاؤں لیکن وہ الگ بات ہے مجھے بننا پسند نہیں۔"وہ باہر سے جیسا تھا اندر سے بھی اتناہی صاف اور کھرا بندہ تھا۔

"پارس آج ہم دونوں جس رشتے میں بندھے ہیں یہ ہم دونوں نے ہی نہیں سوچا تھا۔ہم دونوں ایک دوجے کو مکمل کرنے کے لیے ایک دوسرے کا نصیب بنائے گئے ہیں۔جب ایک فریق موجود نہیں ہوتا تو دوسرا فریق اس کے بغیر نامکمل ہوتاہے، شاید میں بھی اب تمہارے بغیر خود کو ادھورا محسوس کرنے لگوں۔اس پاکیزہ رشتے کے بننے کے بعد اب تم میری ذمہ داری ہو۔میں کوشش کروں گا کہ تمہارے حق میں مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہو۔میں اس رشتے سے جڑے اپنے تمام فرائض کا حق ادا کروں گا۔"ذرا کی ذرا نظریں اٹھا کر پارس نے اُسے دیکھا تھا جس کے لہجے میں سچائی تھی۔آج پارس کو

New Era Magazine

اپنے آپ پر اپنے نصیب پر رشک محسوس ہو رہا تھا۔ کیا خدا ایسے بھی نوازتا ہے؟ پتہ نہیں کیوں پارس کو وہ اِس وقت بہت اپنا اپنا محسوس ہوا تھا۔ وہ جان نہیں پار ہی تھی یہ دونوں کے مابین رشتے کا اثر تھا یا اُس کی باتوں کا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ یوں ہی کہتا رہے اور وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے سنتی رہے۔

جیسا مانگا تھا اسے رب سے دعاؤں میں !!!

سوچا نہ تھا وہ ہو بہو یوں روبرو ہو گا !!!

(از خود)

****

آج ولیمہ تھا اسی لیے نزہت بیگم اپنے کمرے میں پارس کے ساتھ بیٹھی اسے زیورات اور جوڑا دکھا رہی تھیں۔ پاس ہی کرسی پر بیٹھے جمال شاہ ساس بہو کے محبت بھرے مظاہرے دیکھ رہے تھے۔

"یہ دیکھو بیٹی یہ کیسے لگے۔" جڑاؤں کنگن انہوں نے اس کے سامنے کیے۔

"بہت اچھے ہیں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"لاؤ پھر اپنے ہاتھ آگے کرو۔ میں نے اپنے بیٹے کی دلہن کے لیے بنوائے تھے یہ کنگن۔ اب اس کی حقدار تم ہو۔"

"میں۔۔میں کیسے؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اب اس گھر کی بہو ہو تم تو تم ہی پہنو گی ناں۔" محبت سے کہتے ہوئے انھوں نے اس کی کلائیوں میں کنگن پہنا دیے۔

"شکریہ آنٹی۔" اس نے ان کنگنوں کو اپنے ہاتھ سے چھوا۔

"یہ آنٹی تمہارے منہ سے آخری بار سن رہی ہوں۔ خبر دار جو آئندہ سے مجھے آنٹی کہا۔ مجھے خوشی ہو گی اگر تم مجھے اماں کہہ کر پکارو گی۔" مصنوعی خفگی سے نزہت بیگم نے اسے ڈانٹا تو وہ مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے اماں آئندہ سے نہیں کہوں گی۔"

"پھر میں نے کون سا ظلم کیا ہے بھئی۔ میں کیوں انکل بنتا پھروں؟" جمال صاحب کی بات پر دونوں ساس بہو کا مشترکہ قہقہہ ہوا میں بلند ہوا تھا۔

****

New Era Magazine

ان کی شادی کو آج ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ زوہیب آفس بھی جانے لگا تھا۔ آج کے دن نزہت نے زبردستی اسے چھٹی لینے کا کہہ کر گھر پر روک لیا تھا۔ ناشتے کے بعد وہ سب یکجا بیٹھے تھے جب نزہت نے ایک نیا موضوع چھیڑ دیا۔

"زوہیب بیٹا آج پارس کو تم نے اس کے میکے چھوڑ آنا ہے۔"

"کیوں اماں۔" اس نے نا سمجھی سے انہیں اور پھر پارس کو دیکھا جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کے سوال پر نزہت بیگم ہنس دی تھیں۔

"ارے بیٹا یہ رسم ہوتی ہے۔ دلہن کچھ دن اپنے میکے ہو آتی ہے۔ اسی لیے تو میں نے تمہیں آفس جانے نہیں دیا۔"

"کیا جانا ضروری ہے؟" اس کے جانے کا سنتے ہی وہ بے تاب ہو گیا تھا۔

"ہاں۔۔۔کچھ دنوں کی بات ہے۔"

"کوئی ضرورت نہیں ایسی رسموں کی۔" اس کی بات پر وہ دونوں ہی چونک گئی تھیں۔ پارس اس کی ناراضگی بھانپ گئی تھی۔ عجیب صورتحال تھی۔ اس نے محسوس کیا اس کی خفگی وہ سہہ نہیں سکتی تھی۔

"کیسی بچوں جیسی بات کر رہے ہو زوہیب۔ آج شام میں ہی تم نے پارس کو اس کے گھر لے جانا ہے اور بچی خوشی سے جتنے دن رہنا چاہے اسے رہنے دینا ہے۔" انہوں نے ڈپٹ کر اپنا فیصلہ سنایا۔

"صرف تین دن کی اجازت دوں گا اس سے زیادہ کی توقع مجھ سے مت رکھیں گا۔" قطعیت سے کہتا وہ پارس پر ایک ناراض سی نظر ڈالتا اٹھ کر چلا گیا۔ وہ اپنی جگہ چور سی ہو گئی۔

"اماں اگر وہ نہیں چاہتے تو میں نہیں جاؤں گی پھر کبھی چلی جاؤں گی۔" اس کی آنکھوں میں مچلتے شکوؤں کو وہ پڑھ چکی تھی، اسی لیے نزہت بیگم سے گویا ہوئی۔ اس کی بات پر نزہت بیگم کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لیں۔ کتنی معصوم تھی ان کی یہ بہو۔

"ارے بیٹی کہاں اس کی باتوں میں آ رہی ہو۔ میں نے کہہ دیا ہے ناں اسے۔ وہ اب تمہیں کچھ نہیں بولے گا۔ جاؤ شاباش جلدی سے جا کر اپنے جانے کی تیاری کرو۔" اس کا شانہ تھپک کر وہ محبت سے بولیں۔

کمرے میں آ کر وہ جانے کی تیاریاں کرنے لگی تھی جبکہ وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔

****

گاڑی میں بالکل خاموشی تھی پورا راستہ وہ چپ ہی رہا تھا۔ پارس کچھ کہنے کی چاہ میں لب کھولتی لیکن پھر اس کے خفا تاثرات دیکھ کر چپ بیٹھ جاتی۔ دل میں ایک طرف اپنے اپنوں سے ملنے کی خوشی تھی تو دوسری طرف اس کی ناراضگی کا خیال تھا۔

گاڑی سے باہر شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ وہ اپنی سوچوں میں گم اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے نجانے کن سوچوں میں گم تھی وہ گاہے بگاہے اس پر اچٹتی سی نگاہ ڈال لیتا۔ وہ خود اپنے رویے پر حیران تھا پتا نہیں اسے کیا ہو گیا تھا، وہ تو اس پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا پھر کیوں اس طرح کا بی ہیو کر رہا تھا۔ پارس کا چہرہ دیکھ کر اسے افسوس بھی ہو رہا تھا لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو اس کے جانے پر اداس ہو رہا تھا۔ ایسا کیوں ہو رہا تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

گاڑی جب گھر کے سامنے رکی تو پارس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو سنجیدگی سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ نیچے اترنے کی بجائے اس کے کچھ بولنے کے انتظار میں بیٹھی رہی۔

"یہ لو اسے اپنے پاس رکھو۔ میں نے اس میں سیم ڈال دی ہے۔ اسے آن رکھنا میں اس پر تم سے رابطہ کروں گا۔" موبائل فون نکال کر اس نے اس کی گود میں رکھا جو وہ صبح ہی خرید کر لایا تھا۔

"جی۔" اس کے نپے تلے انداز پر وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی۔

New Era Magazine

"یاد رکھنا صرف تین دن۔" اسے باور کرواتا وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے دیکھنے لگا۔ چاہ کر بھی وہ اپنے بے لچک انداز پر کنڑول نہیں کر پا رہا تھا۔

سر ہلاتی وہ گاڑی سے اتر کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ وہ اب تک وہی بیٹھا اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔

"اندر آنے کی دعوت تک نہیں دی محترمہ نے۔" اپنے آپ ہی وہ بڑبڑایا۔

"اف ہو کیا رہا ہے یہ میرے ساتھ۔ اتنی ان سیکیورٹی کا شکار کیوں ہو رہا ہوں میں۔" بالوں میں ہاتھ پھنسائے وہ بے مقصد وہی بیٹھا رہا۔ کہیں نہ کہیں اسے یقین تھا وہ ضرور آئے گی۔ اس کی پارس سے ناراضگی کوئی آپسی تضاد کی نہیں تھی بس ایک محبت بھری، مان بھری ناراضگی تھی اور اب اسے اداس دیکھ کر وہ بھی اداس ہو رہا تھا۔ وہ اس کی دوری برداشت نہیں کر پا رہا تھا وجہ تو سامنے تھی لیکن اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

****

اپنے سامنے پارس کو دیکھ کر زاہدہ خوشی سے نہال ہوئی جا رہی تھیں۔ اتنے دنوں سے اسے نہیں دیکھا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے برسوں سے نہ دیکھا ہو۔

"میری بچی کیسی ہے تو؟" والہانہ انداز میں انہوں نے پوچھا اور دروازے کی طرف نگاہ ڈالی۔

"میں ٹھیک ہوں اماں تم کیسی ہو؟" ان کے ہاتھوں کو تھام کر اس نے جواب دیا۔ ماں کو دیکھنے کے بعد کچھ پل کے لیے وہ زوہیب کا رویہ اور اسے بھول گئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ زوہیب کہاں ہے؟ اکیلی آئی ہو؟" زاہدہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

"وہ... اماں... وہ..." اس سے کوئی بات ہی نہیں بن پڑی اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر دیا۔ اب تک زوہیب کی گاڑی کے جانے کی آواز نہیں آئی تھی اس لیے اس نے اندازہ لگایا وہ باہر ہی ہوگا۔

"پاگل ہوگئی ہو۔ شادی کے بعد شوہر پہلی بار گھر آیا ہے اور اسے اپنے ساتھ اندر لانے کی بجائے باہر ہی چھوڑ آئی۔" زاہدہ نے اسے لتاڑا۔ گھٹنوں میں درد کی وجہ سے وہ چلنے سے معذور ہوگئی تھیں ورنہ خود ہی داماد کے استقبال کے لیے باہر جاتیں۔

پارس نے اپنی عقل پر ماتم کیا۔ اس نے اسے گھر میں آنے کی پیشکش تک نہیں کی تھی۔

"کیا سوچیں گے وہ میرے بارے میں۔ پارس تمہیں عقل نہیں آئے گی۔۔۔۔ ہاں تو

اتنا ہراساں کر دیا تھا مجھے۔۔۔ایسے کون کرتا ہے بھلا؟"اپنے آپ میں گم وہ خود ہی سوال وجواب کر رہی تھی۔

"جاؤ جلدی اب میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو۔"اسے اپنی جگہ ایستادہ دیکھ کر وہ بولی۔

باہر آکر اس نے دیکھا تو زوہیب اب بھی گاڑی سمیت موجود تھا۔وہ اسٹرئینگ پر سر ٹکائے بیٹھا تھا۔شکر کا سانس لیتی وہ زرا فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔

"سنیں۔"اس کی پکار پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔شاید اس تک اس کی آواز نہیں پہنچی تھی۔

"اف!!اب نئی مصیبت۔انہیں کیا کہہ کر مخاطب کروں؟"

"شاہ!!!!"اس کے ذہن میں اچانک اس کا یہ ہی نام آیا تھا۔زوہیب نے اچانک سر اٹھا کر دیکھا۔اس کی نرم سی آواز پر وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کتنا اچھا لگا تھا اس کی میٹھی آواز میں اس کا نام۔وہ گاڑی سے اترتا اس کے قریب آکھڑا ہوا۔عنابی ہونٹوں کی تراش میں بے ساختہ ایک مسکراہٹ ابھری۔خفت کے مارے پارس نے نظریں جھکالیں۔اس کے چہرے پر اسے کئی رنگ نظر آئے تھے۔پارس کی نظریں جھکا کر شرمانے والی ادا اسے بہت پسند تھی۔

"کیا کہا ذرا پھر سے کہنا۔"وہ پھر اس کے منہ سے اپنا نام سننے کا متمنی ہوا۔

"جی۔۔۔شاہ!!!!"پارس نے ہولے سے کپکپاتے لبوں سے اس کا نام لیا۔

"بہت پیارا بولتی ہو۔"محبت پاش نظروں سے دیکھتے وہ مزید اس کے قریب ہوا۔

"وہ۔۔آپ کو اماں بلا رہی ہیں۔"گھبراتے ہوئے وہ جلدی سے بولی۔زوہیب کی کچھ پل پہلے کی ساری خوش فہمی پر پارس نے پانی پھیر دیا تھا۔

"اماں بلا رہی ہیں،اماں کی بیٹی نہیں بلا رہی۔اپنی اماں سے کہہ دو میں نہیں آ رہا مجھے کام ہے۔"اس کا بازو پکڑے وہ خشک انداز میں بولا۔

"آپ۔۔آپ اندر چلیں ناں۔"اس کے تیور دیکھ کر وہ مزید ہراساں ہو گئی۔

اس وقت اسے پارس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا وہ اس پر جھکا اور اس کی صبیح پیشانی پر مہرِ محبت ثبت کی۔پارس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔اس کی سانسیں منتشر ہوئیں۔اسے بالکل توقع نہیں تھی اس کے اتنے بے باک مظاہرے کی۔کیسا انسان تھا یہ شخص ابھی ناراضگی دکھا رہا تھا اور ابھی اتنی بے باک حرکت۔وہ تو شکر وہاں کوئی موجود نہیں تھا اگر ہوتا تو؟اس کے آگے وہ سوچ ہی نہ سکی۔اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر زوہیب ہنستا چلا گیا۔

New Era Magazine

"مجھے ناراض کرنے یا مجھ سے ناراض ہونے سے پہلے آئندہ سے خیال رکھنا ورنہ ایسے مظاہرے تمہیں دکھتے رہیں گے۔" اس کی بالوں کی لٹوں کو کھینچتا وہ پیچھے ہٹا تھا۔

"امید ہے اب تم ایسا رسک نہیں لو گی۔ دھیان رہے صرف تین دن!!!!" پھر ایک بار یاددہانی کراتا اسے ہونق بنا چھوڑ کر وہ جاچکا تھا۔

شور مچاتی سانسوں کو اعتدال پر لاتی وہ اندر کی طرف بڑھی تھی اپنی اماں کو جواز بھی دینا تھا اب اس کے نہ آنے کا۔

"کیا ہوا؟ کہاں رہ گیا زوہیب؟" انہوں نے پھر وہی سوال دہرایا۔

"اماں انہیں کسی کی کال آگئی تھی۔ کچھ بہت ضروری کام تھا اسی لیے نہیں آسکے۔ بہت معذرت کی ہے۔" اب اسے شوہر کا اور اپنا پردہ بھی تو رکھنا تھا۔ "ویسے بھی تین دن کے لیے چھوڑ کر گئے ہیں۔ آئیں گے تب مل لینا۔"

"صرف تین دن؟"

"ہاں اماں وہ انہوں نے کہا کہ زیادہ دن رکنے نہیں دیں گے۔" اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا جواز دے۔

"چلو جیسی تم دونوں کی مرضی اور بتاؤ گھر میں سب ٹھیک ہے ناں۔زوہیب کا رویہ کیسا ہے؟"وہ فطری ماؤوں کی طرح اس سے سوال کرنے بیٹھ گئی تھیں۔پارس انہیں تسلی بخش جواب دینے میں لگ گئی تھی۔

"ارے میری پارس بیٹی آگئی۔"اکرام انصاری کی آواز پر وہ دونوں ماں بیٹی متوجہ ہوئیں۔

"جی ابا میں بس آپ سے ملنے ہی آرہی تھی۔"اس نے انہیں اپنے پاس بیٹھنے کے لیے جگہ دی۔

"خوش ہو؟"اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا انہوں نے پوچھا۔

"بہت خوش ہوں ابا۔آپ کیسے ہیں؟"

"میں بھی ٹھیک۔بھئی تمہاری ماں تو تمہیں یاد کرتے نہیں تھکتی۔ہم دونوں بوڑھے تو بس ایک ہی کام کرتے ہیں تمہیں یاد کرنا تمہاری باتیں کرنا۔"

پارس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔اس نے مسکرا کر اپنے ماں باپ کو دیکھا۔

"بھیا بھابھی کہاں ہیں اور ہمارا امجد س اسے میں نے بڑا یاد کیا۔"اپنے آپ پر قابو پاتے اس نے پوچھا۔

New Era Magazine

"کہاں ہو سکتے ہیں۔اب تو بس مراد اپنی سسرال کا ہو کر رہ گیا ہے۔ مجدس تو ہمارے بنا وہاں ٹھہرتا نہیں رو رو کر براحال کر لیتا ہے لیکن ان دونوں میاں بیوی کو بچے کی فکر ہی نہیں۔" دلگرفتگی سے کہتے ہوئے زاہدہ نے نم آنکھیں صاف کیں۔پارس نے ان کے ہاتھ پر نرمی سے دباؤ ڈالا جیسے تسلی دے رہی ہو۔

"اچھا بھئی چلو مجھے بھوک لگی ہے۔آج بہت دنوں بعد پارس کے ہاتھوں کا کھانا کھائیں گے۔" اکرام انصاری نے بوجھل ماحول کو بدلنا چاہا۔

"ہاں ابا کیوں نہیں۔" مسکرا کر کہتی وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔

ان کی بیٹی سسرال میں خوش تھی اسے خوش دیکھ کر وہ دونوں بھی بہت خوش تھے۔ ایک آسودگی دونوں کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔

****

رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ جیسے ہی اپنے کمرے میں آئی زوہیب کا دیا ہوا موبائل بج اٹھا تھا۔نا محسوس انداز میں اس کا ہاتھ اپنی پیشانی پر گیا تھا۔شرم و حیا سے لال پڑتے چہرے کے ساتھ اس نے فون اٹھالیا۔

"اسلام و علیکم!!!!" دوسری جانب سے اس کی مسکراتی آواز ابھری۔

New Era Magazine

"وعلیکم السلام!!"اس کا دل عجیب انداز میں دھڑکے جا رہا تھا۔

"کیا کر رہی تھی؟"

"بس سونے ہی لگی تھی۔"وہ ہلکے سے گویا ہوئی۔

"اچھا تمہیں نیند آنے لگی، یہاں تو مجھے نیند کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔"

"کیوں کیا ہوا؟"اس کی فکر مند آواز پر وہ مسکرا دیا۔

"سر میں درد ہے۔"وہ اپنے سر کو مسلتے ہوئے بولا۔

"تو آپ دوائی لے لیتے۔"پارس پریشان سی ہو گئی۔

"میری دوا تو میرے پاس نہیں کافی دور ہے اس وقت مجھ سے۔"اس کی ذومعنی بات پر وہ چپ کر گئی۔زوہیب تصور میں ہی اس کا شرمیلا چہرہ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"اچھا چلو سو جاؤ۔فکر مت کرو میں دوائی لے چکا ہوں۔"بالآخر اسے پارس پر ترس آ ہی گیا تھا۔

"سنو!!!"زوہیب کی آواز پر وہ فون رکھتے رکھتے رکی۔

"جی...؟"

New Era Magazine

"مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ تین دن نہیں تین سال پر محیط لمبا انتظار ہو۔ میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا، میں تمہیں یاد کروں گا۔" کچھ پل دونوں کے ہی درمیان خاموشی کا وقفہ در آیا پھر زوہیب نے الوداعی کلمات کہہ کر اس نے فون رکھ دیا تھا۔ پارس کو زوہیب کا انداز سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اس کی شام والی حرکت الگ اس کا دل دھڑکائے ہوئے تھی اوپر سے اس کی ذو معنی گفتگو۔

"ایک تو صرف تین دن کا حکم صادر کر دیا اوپر سے باور کرواتے جارہے ہیں گویا تین دن نہیں تین سال ہو۔" ایک ہلکا سا شکوہ اس کے لبوں پر آ گیا تھا۔ اچانک وہ اپنی زبان دانتوں تلے دبا گئی کیونکہ انجانے میں اس نے زوہیب کی کچھ وقت قبل کی گئی بات دوہرائی تھی۔

لاتعداد سوچوں کو جھٹک کر وہ نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی۔

****

پارس کے بغیر زوہیب کو یہ کمرا اچانک خالی خالی لگنے لگا تھا۔ کروٹ پر کروٹ بدلے وہ بے چین ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے دکھتے سر کو دبایا اور تکیہ منہ پر رکھے سونے کی تیاری کرنے لگا۔ ہفتے بھر میں ہی وہ اس کے وجود کا عادی ہو گیا تھا۔ یہ تبدیلی اس کے لیے اچانک تھی پر کہا جانتا تھا کہ یہ تو محبت کی شروعات تھی۔

New Era Magazine

****

صبح اٹھ کر اس نے معمول کے کام کیے۔اکرام انصاری اور زاہدہ کو ناشتے دینے کے بعد وہ برآمدے میں بیٹھی تھی جب مراد اور سیما کی آمد ہوئی۔وہ مسکراتی آگے بڑھی تھی اور مجد س کو اپنی گود میں لے لیا۔مراد نے رسماً اس کا حال احوال پوچھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔سیما وہی بیٹھی اس سے باتیں کرنے لگی تھی۔

"اور بتاؤ کیسے ہیں زوہیب بھائی رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ ان کا؟"فطری تجسس کے تحت وہ اسے کریدرہی تھی پتہ نہیں وہ کیا جاننا چاہتی تھی۔

"وہ تو بہت اچھے ہیں بھابھی۔میں تو خوا مخوہ پریشان ہو رہی تھی وہ تو میری امیدوں سے بھی بڑھ کر اچھے ہیں۔"اس نے سادہ سے انداز میں جواب دیا۔

"اچھا۔چلو بھئی اچھے نصیب لے کر آئی ہو تم تو نہ گھر میں کوئی جیٹھانی،دیورانی اور نہ ہی کوئی نند۔پیار کرنے والا شوہر مل گیا،کوئی طعنہ نہیں دیا تمہیں پڑھی لکھی نہ ہونے کا۔زوہیب بھائی تمہاری خوبصورتی پر مر مٹے ہوں گے ورنہ۔۔۔"مسکرا کر اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔اب بھی وہ باز نہیں آئی تھی اپنی عادت سے۔پارس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا وہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"وہ ان مردوں میں سے نہیں بھابھی۔"

"تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں لیکن ان مردوں کی فطرت ہوتی ہے جہاں ان کی مرضی کے مطابق کچھ نہیں ہوا یہ اپنی اصلیت جلد دکھا جاتے ہیں۔ تم بھی خیال رکھنا۔" نادانستگی میں وہ اسے اچھا مشورہ دے گئی تھی۔ پارس مسکرا دی۔

"شکریہ بھابھی لیکن ہر مرد کے معاملے میں یہ نہیں ہوتا اگر عورت ایک اچھی بیوی کی طرح اپنا فرض سمجھ کر اس کی خدمت کرے، اس کی ضرورتوں کا خیال رکھے، اس کے گھر کو اپنا گھر سمجھے، اس پر توجہ دے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے گھر والوں کی عزت کرے، اپنا فرض احسن طریقے سے نبھائے تو وہ مرد کیوں بدلے گا؟ کیا ہی اچھا ہوا گر عورت پہلے خود کو اس کے مطابق ڈھال لے پھر کیا یہ ممکن نہیں وہ بھی اس کے لیے خود کو بدلے گا؟" وہ سیما کی بات سے متفق نہیں تھی۔ اپنی بات وہ بڑے دلائل سے واضح کرتی تھی۔

"تم طعنہ زنی سے باز نہ آنا۔" سیما بلبلا اٹھی تھی اسے اس کی بات ہضم نہیں ہوئی تھی۔

"میں نے تو ایک عام سی بات کی ہے۔ آپ کو تو کچھ کہا ہی نہیں۔ آپ نے اسے اپنے اوپر لے کر پتا نہیں کیا مطلب اخذ کر لیا۔ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ برا لگا تو معافی چاہتی ہوں۔" وہ آرام سے بولی۔ حقیقتاً اس نے اسے بڑا ٹھنڈا جواب دیا تھا۔ وہ بولتی نہیں

تھی صرف سنتی تھی کوئی جواب نہیں دیتی لیکن جب کہتی تو بالکل سچ کہتی تھی پھر سامنے والے کو اس کا جواب تلخ ہی کیوں نہ لگے۔اس کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں ہوتا تھا سچ بات کہنے میں اسے عار محسوس نہیں ہوتی تھی۔

سیما سے جب کوئی بات نہیں بنی تو وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔پارس اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔"جو لوگ کسی کی خوشی وطمانیت کا سبب نہیں بن سکتے تو دکھ کا سبب بھی کیوں بنتے ہیں...؟ شاید ان کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

****

آج تیسرا دن تھا آفس میں بھی اس کا من نہیں لگ رہا تھا۔وہ کوئی کام ٹھیک سے نہیں کر پا رہا تھا۔اسی لیے آفس کے چھوٹتے ہی گھر جانے کی بجائے زوہیب اسے لینے کے لیے شام میں حاضر ہو گیا تھا۔وہ اس کے گھر والوں سے بڑے ہی احسن طریقے اور خوش اسلوبی سے پیش آیا تھا۔سب بیٹھک روم میں ہی بیٹھے تھے۔جب وہ تیار ہو کر باہر آئی تو دیکھا زوہیب سیما کی کسی بات پر ہلکے سے ہنسا تھا۔پارس اسے دیکھے گئی۔ان مردوں میں اس کا شمار ہوتا تھا جو سنجیدہ طبیعت کے باوجود دل میں گھر کر لیتے ہیں۔وہ ناراض سا بھی بہت پیارا لگتا تھا۔اس کے مدھم سے ہنسنے کا انداز دل کی دھڑکن کو ناہموار کر دیتا تھا۔وہ اس کے دل میں گھر کرنے لگا تھا اس بات سے وہ بھی انجان تھی۔

New Era Magazine

اسے دیکھتے ہی اس کی دھڑکنیں بے ربط ہو جاتی تھیں۔اس کی محویت کو وہ نوٹ کر چکا تھا اسی لیے ابرو اچکا کر اسے اشارے سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ وہ گڑبڑا کر سلام کرتی سامنے جا بیٹھی وہ پھر مسکرا دیا تھا، پارس اپنی بے خیالی پر خود کو سرزنش کرنے لگی تھی۔

****

پورے تین دن بعد وہ اس کے سامنے اس کے کمرے میں موجود تھی۔ حیرت کی بات تو یہ تھی اب اس کی ساری بے چینی جیسے کہی غائب ہو گئی تھی۔اپنے قریب لیٹی پارس کو وہ دیکھے گیا جو گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"ایسی کیا خاص بات ہے اس لڑکی میں جو میں اس کی جانب کھینچا چلا جا رہا ہوں؟" پر سوچ نگاہیں اس کے چہرے پر ڈالے وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔جب کوئی جواب نہ ملا تو لائٹ آف کرتا وہ لیٹ گیا۔آج بنا کروٹیں بدلے ہی نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی تھی۔

****

گھر کے سارے کام پارس نے بڑی ہی خوش اسلوبی سے اپنے ذمے لیں لیے تھے۔ جس طریقے سے اس نے گھر کو سنبھالا تھا زوہیب اس سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔اس کی تمام عادتیں اسے پسند تھی سوائے اس کے ڈرنے اور خوف زدہ رہنے

New Era Magazine

کے۔وہ ہمیشہ اس سے خوف زدہ اور ہراس رہتی تھی۔اس خوف کی وجہ زوہیب کی سمجھ سے بالاتر تھی۔وہ اس کا یہ خوف ختم کرنا چاہتا تھا۔وہ اپنی بیوی کو ایک پراعتماد لڑکی کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔پارس پر اُسے اب بہت محنت کرنی تھی لیکن اس سے پہلے اُسے اُس کو اپنے اعتماد میں لینا تھا۔

****

پارس اپنی طرف سے پوری کوشاں تھی کہ اس سے کسی بھی کام میں کوئی غلطی نہ ہو۔ جتنی عزت زوہیب اس کے ماں باپ کو دیتا تھا اتنی ہی عزت وہ اس کے والدین کو دیتی تھی۔اس نے زوہیب کے ساتھ ساتھ ساس سسر کا بھی دل جیت لیا تھا۔وہ تو اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔ان کی تعریفوں پر وہ صرف مسکرا دیتی۔ کبھی وہ انہیں اماں،ابا کہہ کر مخاطب کرتی تو کبھی انکل آنٹی۔پوری دل جمعی سے وہ اس گھر کو اپنا گھر سمجھ کر جڑانے لگی تھی۔گھر میں اس کے آنے سے ایک دم سے رونق سی سج گئی تھی۔ تمام گھر کے افراد کو وہ برابر ٹائم دیتی چاہے ساس کے پاس بیٹھ کر پرانے قصوں کو سننا ہو یا پھر سسر کے ساتھ اخبار کی خبریں پڑھنی ہو،شوہر کو اس کی ہر چیز وقت پر دینی ہو۔ زوہیب تو حیران ہو جاتا تھا۔کئی مرتبہ تو وہ اس سے پوچھ بھی بیٹھتا کہ وہ کر کیسے لیتی تھی اتناسب کچھ ؟اس کے سوال پر وہ جواب دینے کی بجائے ہنس دیتی۔

****

اکرام انصاری نے آج مراد کو اپنے کمرے میں بلایا تھا۔زاہدہ بھی وہی موجود تھیں۔ مراد سامنے بیٹھا ان کے کچھ کہنے کا منتظر تھا۔

"مراد تم جو کر چکے ہو اس پر ہم لوگوں نے تمہیں کچھ نہیں کہا لیکن اب مجھ سے بہو کا انداز برداشت نہیں ہوتا۔اسے کہو کہ اپنے مزاج میں تھوڑی تبدیلی لائے۔اپنی گھر داری پر بھی توجہ دے یوں بار بار میکے جانا اچھی بات نہیں ہے اور اس معاملے میں تم بھی ذرا احتیاط کرو آئے دن تم وہی موجود ہوتے ہو۔مرد کی کوئی عزت نفس ہوتی ہے۔اپنا قیام وہی پر کروگے تو عزت دو کوڑی کی ہو جائے گی۔"انہوں نے اسے محبت سے سمجھانا چاہا وہ اب سختی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"ابا سیما یہاں رہنا نہیں چاہتی اس نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ بچے کی پیدائش کے بعد یہاں سے چلی جائے گی لیکن مہتاب انکل کی وجہ سے وہ اب تک یہاں رکی ہوئی ہے۔"اس نے اصل بات بتائی تو زاہدہ اور اکرام صاحب اسے دیکھ کر رہ گئے۔افسوس کے ساتھ ساتھ انہیں دکھ بھی تھا۔اپنے بیٹے سے انہیں اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ ان کی بات کو اہمیت نہیں دے گا۔

"تو پھر تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"لمبی سانس کھینچ کر انہوں نے اس کا فیصلہ جاننا چاہا۔

"میں سیما کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس کا جواب انہیں مل گیا تھا۔

"وہ لڑکی اگر سچ میں تم سے محبت کرتی تو اپنے آپ کو تمہارے رنگ میں ڈھال لیتی، تمہارے فیصلوں کو اہمیت دیتی، اس کی پہلی ترجیح تم ہوتے، تم سے جڑے رشتے ہوتے۔" وہ آج اسے ایک باپ نہیں ایک دوست سمجھ کر سمجھا رہے تھے۔

"میں اس سے بات کروں گا۔" دھیمے سے کہہ کر وہ جاچکا تھا۔ اکرام انصاری نے ٹھنڈی سانس بھر کر اپنے جوان بیٹے کی چوڑی پشت دیکھی۔

جس شخص پر ہمیں بھروسہ، یقین واعتبار ہو اور ہمیں پختہ اُمید ہو کہ وہ شخص ہمارا امان قطعی نہیں توڑے گا لیکن جب وہی انسان ہمارا امان توڑ دے تو دل بہت بری طرح دکھتا ہے اور یہ ہی اعتبار کی عمارت کسی ریت کے بنے محل کی مانند ڈھے جاتی ہے۔ کیا وہ انسان پھر سے اس قابل ہوتا ہے کہ اس پر اعتبار کیا جائے؟؟؟ اگر ہم بھروسہ کرنا بھی چاہیں تو کیا پہلے جیسا تعلق قائم رہ سکتا ہے؟؟ کیا دل میں وہی جذبات موجود رہ سکتے ہیں؟؟ ایک ہوک دل میں ضرور اٹھتی ہے۔۔ دل کرلاتا ضرور ہے۔۔!!!

لیکن اولاد کے لیے والدین کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہماری ہر غلطی در گزر کر دیتے ہیں۔ ہاں تکلیف ہوتی ہے لیکن اپنی اولاد کے لیے سب کچھ بھولنا پڑتا ہے۔ اکرام انصاری بھی سب کچھ بھولنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ بیٹے سے زیادہ پوتے کی محبت نے

انہیں نرم کر دیا تھا ایسے ہی تو نہیں کہا جاتا سود اصل سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ مجدس ان سب سے اتنا ہل مل گیا تھا کہ اس کے بغیر انہیں جینا مشکل لگنے لگا تھا۔ اگر وہ سچ میں چلا گیا تو وہ کیسے رہ پائیں گے بیٹے اور پوتے کے بغیر؟

****

وہ کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی جب

وہ اندر داخل ہوا اس کے آنے کا اس نے نوٹس نہیں لیا تھا۔ اس نے نوٹ کیا تھا آج وہ پھر دوپٹہ کمر پر ایک سائیڈ پر باندھے اپنے کام میں مصروف تھی شاید یہ اس کی عادت تھی۔ کچھ آوارہ لٹیں اسے بار بار پریشان کر رہی تھیں۔ اس کا ایک رخ ہی وہ دیکھ پا رہا تھا۔ پہلے تو وہ اسے یک ٹک دیکھے گیا پھر قدم قدم اٹھاتا اس کے عقب میں جا کھڑا ہوا اور اس کا رخ موڑ کر اپنے سامنے کیا۔ پارس اچانک سے چونک اٹھی تھی جبکہ وہ تو ہوش میں ہی نہیں تھا بے خودی میں اس کا ہاتھ اس کے چہرے تک گیا۔ اس کی اٹھکھیلیاں کھاتی آوارہ لٹوں کو اس نے اپنے ہاتھوں سے سمیٹا۔ پارس کا دل سینے میں زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

New Era Magazine

"ہمیشہ اپنے آپ کو کام میں مصروف رکھے ہوتی ہو کبھی تو سج سنور کر میرا استقبال کیا کرو۔ یہ کیا ماسیوں والے حلیے میں رہتی ہو۔" زوہیب نے اس کے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"جی؟؟ ٹھیک تو ہے میرے کپڑے۔" وہ آہستگی سے منمنائی۔

"غالباً یہ کپڑے تم نے دو دن سے زیب تن کیے ہوئے ہیں۔" اس کی باریک بینی پر وہ خجل سی ہوئی۔

"یار تمہیں شاید شوہر کو خوش کرنے کے گر نہیں آتے۔ لگتا ہے مجھے ہی سکھانا پڑے گا تمہیں۔" اس کا چہرہ دیکھ کر اسے ہنسی آرہی تھی۔ کتنی معصوم تھی وہ۔ اس نے اپنی ہنسی چھپانے کے لیے سلیب سے گاجر اٹھا کر اپنے منہ میں رکھا۔

"آپ جائیں مجھے اپنا کام کرنے دیں اور خود بھی اپنا کام کریں۔" ناراضگی سے کہتے ہوئے وہ اپنا کام کرنے لگی۔ اس کے چہرے پر شرمندگی اور ناراضگی کے ملے جلے تاثرات زوہیب کو بہت اچھے لگے۔

"اپنا کام ہی تو کر رہا ہوں۔" ذو معنی انداز میں کہتا ہوا وہ قریب رکھے ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

New Era Magazine

"یہ ہے آپ کا کام۔"اس کی بے باکیاں اسے شرم سے دوہرا کر رہی تھیں۔

"بالکل تمہیں دیکھنا ہی تو میرا کام ہے۔"اس کی آنکھوں میں سر اٹھاتے جذبے پارس کو نظریں چرانے پر مجبور کر گئے۔

"میں سوچ رہا تھا کیوں ناں آج ہم باہر ڈنر کریں؟"اس کو نظروں کی گرفت میں لیے وہ کہہ رہا تھا۔پارس اس کی نظروں سے خوفزدہ ہو رہی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں میں کھانا بنا رہی ہوں۔"اس کے جواب پر وہ تیزی سے اس کے قریب آیا۔

"میں نے کہا ناں ہم باہر ڈنر کریں گے۔رکھو یہ سب اور جاؤ جلدی جا کر تیار ہو جاؤ۔"
وہ تو اس کے انداز اور غصہ پر ہی حیران رہ گئی۔

وہ غصہ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اس کی بات سمجھتی بھی تو نہیں تھی ہر وقت خوفزدہ سی رہتی۔کہیں باہر آؤٹنگ پر جانے کا ذکر کرتا تو منع کر دیتی۔

"سوری۔"اپنی درشتگی کا اسے احساس ہوا تھا وہ ہلکے سے گویا ہوا۔پارس کی سانس میں سانس آئی تھی۔اس کا ناراض ہونا وہ سہہ نہیں پائی تھی دل عجیب سے انداز میں دھڑک اٹھا تھا۔

"انکل آنٹی کے لیے تو بنانے دیں۔ہم ڈنر کے لیے چلے جائیں گے تو وہ کیا کھائیں گے ؟

"

"مجھے تو لگتا ہے تم میری بیوی کم میرے اماں ابا کی بہو زیادہ ہو۔" شکوہ کرتے ہوئے وہ

پارس کو بہت پیارا لگا۔

"ہاں تو میرا رشتہ لے کر وہ ہی آئیں تھے۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"میڈم یہ جو آپ یہاں موجود ہیں ناں اسی وجہ سے کہ اس رشتے کے لیے میں نے

رضامندی دی تھی۔"

"مسٹر میں نے بھی نکاح کے وقت قبول ہے کہا تھا۔" اس نے بھی دوبدو جواب دیا۔

ان کی یہ پہلی میٹھی نوک جھوک تھی یا چھوٹی سی لڑائی بھی کہہ سکتے تھے۔

زوہیب حیران سا اسے ایک لمحے دیکھتا رہا جو دانتوں میں لب دبائے کھڑی تھی

دوسرے ہی لمحے دونوں کھلکھلا کر ہنس دیے تھے۔پارس میں آنے والی اس نئی تبدیلی

کو دیکھ کر زوہیب خوش ہوا تھا۔

میاں بیوی کی آپسی نوک جھوک چھوٹی موٹی لڑائیوں میں بھی ایک لطف ہوتا ہے۔

جب ایک ساتھی روٹھ جائے تو اسے یقین ہوتا ہے دوسرا اسے منا لے گا،زیادہ دیر اس

کی ناراضگی سہہ نہیں سکے گا اور یہ ہی یقین،مان آپسی محبت کو اور بڑھاتا ہے لیکن جب بیچ

میں خود ساختہ انا کی دیوار کھڑی کر دی جائے تو یہ رشتہ بنتا، سنورتا نہیں بگڑتا چلا جاتا ہے۔

****

سیما کا دل چاہتا تو کچن میں جاتی وگرنہ منہ بھی نہ دکھاتی۔ گھر کے کاموں سے اسے کوئی غرض نہیں تھی۔ مہتاب صاحب کے بہت سمجھانے بجھانے پر وہ یہاں رہنے کے لیے راضی ہوئی تھی۔ اکرام اور زاہدہ اب بیمار رہنے لگے تھے ان کے لیے مراد نے ملازمہ کا انتظام کر دیا تھا جو ان دونوں کا ہمیشہ خیال رکھتی۔ ان کو وقت پر دوائیاں دینے کی ذمہ داری بھی ملازمہ کی تھی۔ بیوی اور بچے میں وہ اتنا مصروف تھا کہ ان کی طبیعت پر بھی دھیان نہ دیتا۔ بھولے بھٹکے سے ان کے کمرے کا رخ کر لیا کرتا۔ ادویات کے ختم ہونے کی اطلاع بھی ملازمہ ہی دیتی۔ اور پھر یہ ہوتا رہتا پارس جب بھی اپنے میکے آتی سیما مراد کے ہمراہ اپنی ماں کے گھر چلی جاتی۔ مجبوراً ہی سہی مراد بہن کو سلام دعا کے علاوہ دو گھڑی اس کے پاس بیٹھ کر اس کا حال احوال پوچھ لیتا۔ پارس کے ساتھ زوہیب بھی ہوتا اکرام اور زاہدہ سے ادھر اُدھر کی باتیں کرتا جس سے ان کا دل بہل جاتا، ان کے دل سے اس کے لیے ہزاروں دعائیں نکلتی تھیں۔ وہ دعا کرتے ایسا بیٹا خدا سب کو دے۔

New Era Magazine

****

آج پارس کے کہنے پر زوہیب اسے اس کے میکے چھوڑ آیا تھا۔سیما بھی اپنی ماں کے گھر گئی ہوئی تھی البتہ مراد گھر پر ہی موجود تھا اسی لیے پارس نے مراد کو سمجھانے کی غرض سے اس کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

"بھیااماں اور ابا کی طبیعت اب خراب رہنے لگی ہے۔آپ تو اپنی سسرال چلیں جاتے ہیں لیکن پیچھے وہ اکیلے رہ جاتے ہیں،انہیں بھی وقت دیا کریں۔"

"تم تو جانتی ہی ہو میرا آفس بھی ہوتا ہے اور آج کل تو کام کا بوجھ بھی زیادہ ہے۔کچھ دنوں میں تم بھی تو چکر لگا جاتی ہو۔ان کی فکر مجھے بھی ہے ان کی دوائیوں کا انتظام میں کر تو دیتا ہوں اور رہی خیال رکھنے کی بات تو ان کے لیے میں نے ملازمہ کا انتظام کر دیا ہے وہ ان کے دوائی کے اوقات کا دھیان بھی رکھتی ہے اب بتاؤ اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا ہوں مجھے اپنی بیوی اور بیٹے کو بھی تو ٹائم دینا ہوتا ہے۔"اس کے تفصیلی جواب پر پارس اسے افسوس سے دیکھے گئی۔وہ اسے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا ماں باپ سے زیادہ اہم اس کے لیے اس کا کام ہو گیا تھا؟وہ خود تو آجاتی تھی لیکن اسے اپنا گھر بھی تو دیکھنا تھا ناں۔وہ ہر وقت اسے ان کے پاس بیٹھے رہنے کے لیے نہیں کہہ رہی تھی وہ تو بس

انہیں کچھ وقت دینے کے لیے کہہ رہی تھی۔ تسلی کے دو بول کہنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ اگر وہ ان کی دوائیوں کا خرچ اٹھا رہا تھا تو کیا اس کا فرض اتنا ہی تھا؟ کیا گھر کے ملازم اتنی جاں نثاری سے خیال رکھ سکتے ہیں جتنا اولاد رکھ سکتی ہیں؟ اسے بیوی اور بیٹے کو ٹائم دینے کی فکر لاحق تھی لیکن اپنے ماں باپ کو نہیں۔ وہ اسے یہ ساری باتیں کہنا چاہتی تھی لیکن کہا بھی تو بس اتنا۔

"بھیا انہیں آپ کی، آپ کی محبت اور توجہ کی ضرورت ہے۔ کہیں یہ نہ ہو جب آپ کے پاس ان کے لیے وقت ہو تب وہ آپ کے پاس موجود نہ ہوں۔"

کہہ کر وہ چلی گئی اس کی بات کا مطلب مراد کو ابھی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن شاید وقت آنے پر اسے اس کا مطلب بھی سمجھ میں آنے والا تھا۔

****

اکرام انصاری کی طبیعت کی ناسازی کے باعث پارس سے گھر جانے میں دیری ہو گئی تھی۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جس کی سوئیاں پانچ کا ہندسہ عبور کر رہی تھی۔

"اففف کیا کروں شاہ کے آفس چھوٹنے کا وقت ہو گیا ہے وہ سیدھا ادھر ہی آئیں گے۔ ابا کی طبیعت الگ بگڑی ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں انہیں چھوڑ کر کیسے جاؤں۔ کیا

New Era Magazine

شاہ مجھے اجازت دیں گے یہاں رکنے کی۔"اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کریں۔کچھ سوچ کر اس نے اپنی ساس نزہت کا نمبر ملایا۔

سلام دعا کے بعد وہ ہچکچاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"اماں ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے میں سوچ رہی تھی کچھ دن یہی رک جاؤں۔بھابھی بھی اپنے میکے گئی ہوئی ہیں۔"

"زیادہ تو نہیں خراب ہو گئی طبیعت ؟"ان کے فکر مند لہجے پر وہ مسکرا دی۔

"نہیں اماں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا خیر سے آؤ لیکن فون پر زوہیب سے بھی پوچھ لینا۔"ان کی رضامندی پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ جو سمجھ رہی تھی اس کی ساس اپنے بیٹے سے رضامندی لیں لے گی لیکن انہوں نے ہی اسے خود اجازت لینے کے لیے کہہ دیا تھا۔اسے دھڑکا سا تھا کہ زوہیب منع کر دے گا۔دن بھر تو وہ رکنے دیتا تھا لیکن رات میں نہیں پھر وہ تو دو، تین دن رکنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

بالآخر ایک لمبی سانس کھینچ کر اس نے اس کا نمبر ملا ہی دیا۔

New Era Magazine

"آپ نکل گئے آفس سے؟" دھیمی آواز میں اس نے استفسار کیا۔

"ہاں راستے میں ہی ہوں۔ بس کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گا۔ کیوں خیریت؟"

"ہاں... وہ میں کہہ رہی تھی دو، تین دن اماں کی طرف رک جاتی ہوں... ابا کی...."
اس کی پوری بات بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ بیچ میں ہی بول اٹھا۔

"تم نے فیصلہ کرلیا ہے تو ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔" اس کے خفا سے انداز پر وہ گڑبڑا گئی۔

"آپ میری بات تو۔۔۔" اس نے اسے اصل بات بتانی چاہی تو وہ پھر اس کی بات کاٹ کر بولا۔

"میں نے کہا ناں۔ تم فیصلہ کر ہی چکی ہو تو ٹھیک ہے۔" خشک انداز میں کہہ کر اس نے فون ہی کاٹ دیا۔ پارس جانتی تھی وہ ناراض ہوگا لیکن اتنا زیادہ ہو جائے گا یہ نہیں سوچا تھا۔ وہ دل گرفتہ سی وہی بیٹھی رہ گئی۔ دوبارہ فون لگانے کا کوئی مقصد نہیں تھا وہ غصے میں فون نہیں اٹھاتا تھا۔

****

پارس کو آج رکے پانچواں دن ہو گیا تھا۔وہ سارا سارا دن اپنے ابا کی خدمات کرتی پھر رات کے پہر زوہیب کی بے رخی پر کڑھتی رہتی جس نے اب تک اسے کوئی کال نہیں کی تھی۔وہ کئی دفع زوہیب کو کال بھی ملا چکی تھی لیکن وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔اس کی ناراضگی کا وقفہ طویل سے طویل ہوتا جارہا تھا اور پارس کی جان آدھی ہو رہی تھی۔

آج صبح ہی صبح زاہدہ اسے سمجھانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھیں کہ اب وہ زوہیب کو بلا کر اپنے گھر چلی جائے۔پارس نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔اب اپنی ماں کو کیسے بتاتی کہ وہ اس کا فون ہی نہیں اٹھا رہا ہے۔

"ہم بوڑھوں کو تو اب اپنا خیال خود ہی رکھنا ہے تم کب تک اپنا گھر بار چھوڑے ہماری خدمات کرو گی۔"

"کیسی باتیں کرتی ہوں اماں۔میں نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا۔آپ کی بیٹی ہوں یہ سب کرنا تو میرا فرض بنتا ہے۔"

"لیکن تمہارا شوہر بھی تو ہے وہ کب تک تمہیں یہاں رہنے دے گا۔"ایک حقیقت انہوں نے بیان کی تھی۔"بہو بیٹا ہیں لیکن انہیں ہی ہماری فکر نہیں۔ہمارے نحیف وجود کے لیے اپنے گھر کا سکھ چین برباد مت کرو۔جاؤ جا کر فون ملاؤ زوہیب کو اس نے چکر کیوں نہیں لگایا ابھی تک؟"بیٹی کی بے چینی ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی۔

"ہاں بیٹا جاؤ ہمارا خیال رکھنے کے لیے ملازمہ ہے ناں۔اب میں بھی بہتری محسوس کر رہا ہوں۔" اکرام انصاری کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اٹھ گئی۔

****

اب کی بار دوسری بیل پر ہی زوہیب نے فون اٹھالیا تھا۔اس کے سلام کا جواب بھی نہایت روکھے انداز میں دیا تھا۔

"مجھے لینے آجائیں۔" وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی۔دوسری طرف کوئی بھی جواب دیے بغیر زوہیب نے فون رکھ دیا تھا۔

وہ دلگرفتہ سی بیٹھی رہ گئی۔کیا یہ وہی زوہیب تھا جس نے وعدہ کیا تھا اس کی خوشیوں کو عزیز رکھے گا۔یہ تھی اس کی وفاداری... کہاں گیا وہ ایک دوسرے کے ہر دکھ سکھ میں ساتھ دینے کا وعدہ...دوسرے کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھ کر ساتھ دینے کا یقین...ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے رہنا کا عہد... کیا ہوا ان سب وعدوں کا؟ بس اتنی ہی مدت تھی؟وعدے تو زندگی بھر کے لیے کیے تھے پھر اب؟؟ذہن میں گردش کرتے کئی سوال تھے لیکن جواب ایک کا بھی نہیں...کیا کھیل کھیلنے والا تھا پارس کا نصیب اس کے ساتھ؟

"کیا میرے نصیب کی خوشنما بارشیں اتنے قلیل وقت کے لیے تھیں؟ کیا زندگی پھر تپتی دھوپ کے نظر ہو جانی ہے؟"""ایک آنسو ٹوٹ کر پارس کے گالوں پر بہہ نکلا تھا۔ قطار در قطار آنسوں اس کی بے رخی پر بہے جا رہے تھے۔ قیمتی آنسوں قیمتی لوگوں کے لیے بہتے ہیں تو کیا زوہیب اس کی زندگی میں اب اتنی اہمیت اختیار کر چکا تھا؟ زوہیب اس کے آنسوؤں کی وجہ بن گیا تھا جس سے وہ خود بھی انجان تھا۔

****

یک سناٹا دبے پاؤں گیا ہو جیسے.......!!!!!!!!!

دل سے ایک خوف سا گزرا ہے بچھڑ جانے کا

بے نام سی اداسی کی لپیٹ میں وہ گھٹنوں کے گرد بازوں لپیٹے روئے جا رہی تھی۔ رو رو کر ناک تک سرخ ہو گئی تھی۔ اچانک گھر کے باہر کھٹکے کی آواز پر وہ چونکی گھڑی میں ٹائم دیکھا جہاں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ مراد اور سیما کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ انہیں کی آمد کا سوچ کر وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھی۔

New Era Magazine

دروازہ کھولا تو سامنے ہی زوہیب دکھائی دیا۔اس کا دل بے اختیار خوش ہوا۔سارے خدشات کہیں دور جا سوئے لیکن دوسرے ہی پل وہ شکوہ کناں نظر زوہیب پر ڈال کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔زوہیب جو پہلے ہی بھرا ہوا آیا تھا اس کے انداز پر مزید مشتعل ہوا۔ صحن میں اندھیرا ہونے کے باعث وہ اس کا رویا ہوا چہرہ دیکھ نہیں پایا تھا۔ہر بار اس کے آنے پر دروازہ خود بند کیا کرتی تھی لیکن آج اس کی حرکت پر وہ دنگ رہ گیا۔غصے میں زور سے دروازہ بند کرتا وہ اکرام انصاری کے روم میں جانے کی بجائے سیدھا پارس کے کمرے میں آیا۔

"کیا حرکت تھی یہ؟"اس کے کڑے استفسار پر وہ ایسی ہو گئی گویا وہ کسی اور سے مخاطب ہو مگر اندر ہی اندر ڈر بھی رہی تھی۔

"جب بندہ کسی کو وقت دے ہی دیتا ہے تو خود پہلے سے ہی جانے کے لیے تیار بھی بیٹھا ہوتا ہے۔"طنزیہ کہتے ہوئے اس نے پارس کے حلیے کو ایک نظر دیکھا جو اب تک بنا کوئی تیاری کیے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"آپ نے کون سا فون پر بتا دیا تھا کہ آپ آرہے ہیں۔" اپنی آواز کی کپکپاہٹ کو پارس نے حتیٰ الامکان قابو میں رکھنے کی کوشش کی۔

"آپ کو یاد نہ ہو تو بتا دوں محترمہ آپ پچھلے پانچ روز سے یہیں ہیں جبکہ جانتی بھی ہو کہ میں تمہیں یہاں ایک رات بھی رکنے نہیں دیتا۔ کیا اتنی سی ناراضگی کا حق نہیں بنتا تھا میرا؟" جتاتی نظریں اس نے پارس پر ٹکاتے ہوئے کہا۔ اس کے اتنی سی ناراضگی کہنے پر وہ دنگ رہ گئی۔ یہ اتنی سی ناراضگی تھی؟ اس کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہا تھا اتنی سی ناراضگی۔ کچھ کہنے کی بجائے وہ اپنے لب سیے بیٹھی رہی۔ بات زیادہ نہ بڑھے اس لیے اس نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"تمہاری مرضی دوسرے ہر معاملے میں تو چل سکتی ہے لیکن یہاں رکنے کے معاملے میں نہیں، سمجھی تم۔" اسے جتنی بھڑاس نکالنی تھی وہ نکال رہا تھا۔

"تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر نظر آرہا ہے تمہارا آج بھی جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

"اس کی پیشانی پر لاتعداد شکنوں کا جال بچھا تھا جس میں لمحہ بالمحہ اضافہ ہوتے جارہا تھا۔

"ادھر میری طرف دیکھو۔" اسے زمین پر نظریں ٹکائے دیکھتے اس نے جھنجھلا کر کہا۔ بالآخر اس نے نگاہیں اٹھاہی لی تھی لیکن پھر بھی منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا۔ اس کے جواب نہ دینے پر وہ مزید مشتعل ہوا۔

"اب کچھ بولو گی بھی؟" وہ اب تک ویسے ہی کھڑا تھا نہ اس نے بیٹھنے کی زحمت گوارہ کی تھی اور نہ ہی پارس نے پیشکش کی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے اپنی اپنی جگہ روٹھے سے تھے۔

"نہیں، آپ کہیں میں سن رہی ہوں۔" وہ گہری سنجیدگی سے بھرپور خفا خفا آواز میں بولی۔ اس کی بات پر زوہیب نے گھور کر اسے دیکھا۔ وہ اس کے غصے کو اور ہوا دے گئی تھی۔

New Era Magazine

"تم کچھ زیادہ ہی سر چڑھ گئی ہو میرے۔میری مجبوی کا فائدہ اٹھانے لگی ہو۔"اس کے الفاظ پر پارس کا دل بہت بری طرح دکھا تھا۔بھلا اس نے اس کی کس مجبوری کا فائدہ اٹھایا تھا۔

"کہہ دیں زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرلی آپ نے مجھ سے شادی کر کے۔"اس کا بھی فطری غصہ عود کر آیا تھا۔وہی عورتوں والی فطری بات کہہ گئی تھی وہ۔

"فضول بکواس مت نکالو اپنے منہ سے۔"اس نے سختی سے اسے تنبیہہ کی۔

"مطلب تمہیں شوہر کی اس کی ناراضگی کی کوئی پرواہ ہی نہیں!!!"اس کے غصے کا گراف تھا جو بتدریج بڑھتے جا رہا تھا۔

New Era Magazine

"ابا کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ان کا خیال رکھنے کے لیے کوئی موجود نہیں تھا۔ بھیا بھابھی بھی نہیں اب اس حالت میں انہیں ملازمہ کے آسرے پر تنہا چھوڑ کر تو نہیں جا سکتی تھی۔" پارس کی آنسوؤں سے لبریز اور بھرائی آواز پر زوہیب کا دل ایک لمحے کے لیے رک سا گیا۔ گہری سانس خارج کر کے وہ اس کے قریب چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔

"مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" اپنے فون نہ اٹھانے اور اپنی طرف سے کوتاہی برتنے پر اب اسے خود پر غصہ آیا۔ غصے میں پتہ نہیں وہ اسے کیا کیا بول گیا تھا اور اب پچھتا رہا تھا۔

"آپ کچھ سننے کے لیے راضی ہی کہاں تھے۔ کہنے کی کوشش کرتی تو بیچ میں ہی بات کاٹ دیتے۔ پھر سنے بنا ہی غصہ میں کال جو کاٹ دی تھی اور اتنے دنوں سے روزانہ فون کر رہی تھی میں آپ کو، ایک بار بھی اٹھانے کی زحمت نہیں کی آپ نے۔" نم آنکھوں سمیت اس نے سادہ سے انداز میں کہا۔

New Era Magazine

زوہیب کو پھر جی بھر کر خود پر تاؤ آیا۔"اففف انجانے میں کیا کر بیٹھا تھا۔پتہ نہیں یہ لڑکی کتنا روئی ہو گی۔"لب بھینچے اس کے جھکے سر کو وہ یوں ہی دیکھتا رہا۔دونوں ہی خاموش تھے۔

"آئی ایم سوری!!!!"

"مجھے معاف کردیں!!!"

بیک وقت ہی دونوں کے منہ سے نکلا تھا۔

"میں نے تمہاری بات سننی چاہیے تھی۔"زوہیب نے گویا اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

"میں نے آپ کی خواہش کا احترام کرنا چاہیے تھا۔"وہ دھیمے سے گویا ہوئی۔

New Era Magazine

ان کی ہر لڑائی کا اختتام معافی تلافی اور اپنی اپنی غلطی تسلیم کرنے پر ہوتا تھا۔ایک فریق جب بولتا تو دوسرا خاموش رہتا تھا۔وہ دونوں لڑائی بھی بڑی انصاف والی کیا کرتے تھے۔

اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر زوہیب نے ہتھیلی پھیلائی جسے تھام کر پارس کھڑی ہوئی تھی۔

"جن لمحوں میں تم میرے پاس نہیں ہوتی میرے ساتھ نہیں ہوتی وہ لمحے اداس ہوتے ہیں میرے۔تمہارے بغیر سکون نہیں ملتا مجھے۔اتنی سی بات سمجھ کیوں نہیں آتی تمہیں؟"محبت سے لبریز لہجہ،پہلے کی سختی کا شائبہ تک نہیں تھا۔نرمی سے اسے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس نے پارس کو خود سے قریب کیا۔دھوپ چھاؤں سا مزاج رکھنے والا زوہیب شاہ اسے حیرت میں مبتلا کر دیتا تھا۔

New Era Magazine

"میں ڈر گئی تھی شاہ.... مجھے لگا آپ اپنے سارے وعدے بھلا چکے ہیں۔" اس کے سینے پر سر رکھے پارس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"ہمارا رشتہ اتنا کمزور تو نہیں۔ مجھ پر بھروسہ کیا ہے تو پختہ یقین رکھو میں کبھی بھی بیچ راہ میں تمہارا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اس رشتے کو عمر بھر نبھاؤں گا۔ میں وعدہ خلافی کرنے والوں میں سے نہیں۔" اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اس نے اپنے لب ان گیسوؤں پر رکھے۔

"اتنے دنوں میں تمہیں میری عادتوں اور نیچر کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ اب سے یاد رہے میری طرف سے تمہارے دل میں کوئی بد گمانی نہ آئے۔" اس کی دوسری بات پر پارس نے بڑے ہی معصومانہ انداز میں نفی میں گردن ہلائی تو وہ بڑی ہی دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم چاہتی ہو کہ میں اپنی محبت کا اظہار کروں۔"اس کی ذو معنی بات پر وہ پھرتی سے اس سے الگ ہوئی۔اس کی جلد بازی کو دیکھ کر زوہیب نے گھور کر اسے دیکھا۔

"فی الحال ہمیں گھر جانے کے لیے دیر ہو رہی ہے۔"فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے وہ مزید پیچھے ہوئی کیونکہ اس کا اظہار لفظی نہیں ہوتا تھا۔

"اب تم مجھے غصہ کرنے پر مجبور کر رہی ہو۔"وہ شکوہ کناں ہوا۔

"آپ کو غصہ کرنے کے سوا آتا کیا ہے؟"

"آتا ہے ناں۔"اس کی آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

"کیا؟"بڑی ہی معصومیت سے پوچھا گیا۔

"اپنی محبت کا اظہار کرنا۔" اپنے لبوں میں اس نے اپنی مسکراہٹ چھپائی اور مزید اس کے قریب آیا۔

"شاہ!!!"

"جی جان شاہ!!!"

"کیا چاہتے ہیں؟" وہ نظریں جھکائے اسے دیکھنے سے اجتناب کر رہی تھی۔

"تمہارا اظہار اور میرا حق۔" اس کی فرمائش پر وہ حیا کی لالی سے سرخ پڑ گئی۔

New Era Magazine

"بالکل نہیں۔ مجھ سے ایسی توقع بھی مت رکھیں گا۔ مجھ سے نہیں کہا جاتا مجھے شرم آتی ہے۔" نفی میں گردن ہلاتی وہ انکاری ہوئی۔

"تو پھر ٹھیک ہے آج سے یہ طے ہوا تمہاری باری پر بھی میں ہی کہاں کروں گا۔" اسے پریشان کرنے میں زوہیب کو مزہ آرہا تھا۔

"اس سے کیا ہوگا؟" پارس نے تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کیا۔

"اس سے یہ ہوگا کہ اگر میں ناراض رہا اور پھر میں اظہار محبت کروں تو سمجھنا میری ناراضگی ختم بالکل ویسے ہی اگر تم ناراض رہی اور تمہیں منانا ہو تو تب بھی میں ہی اظہار محبت کروں گا۔" اس نے تفصیلاً بتاتے ہوئے "اظہار محبت" پر کافی زور دیا تھا۔

"اور آپ کو کیوں لگا کہ میری ناراضگی ختم ہو جائے گی؟" وہ اپنی مسکراہٹ کو لبوں میں دبائے گویا ہوئی۔

New Era Magazine

"مجھے پتہ ہے میری بیوی مجھ سے ناراض رہ ہی نہیں سکتی۔"اس کے اتنے وثوق سے کہنے پر وہ بس اسے دیکھے گئی۔سچ ہی تو کہہ رہا تھا وہ۔وہ کب اس سے ناراض رہ سکتی تھی بھلا۔اب اس کے بغیر اس کا گزارا بھی تو ممکن نہیں تھا۔

"پہلے یہ بتاؤ اتنا ڈرتی کیوں ہو مجھ سے؟"اس نے اس کے ڈرنے کی وجہ پوچھی۔

"آپ کی ناراضگی سے خوف آتا ہے مجھے۔"اس نے حقیقت بیان کی۔

"اس میں خوف کی کیا بات ہے میں نے کہا تو تھا تم سے کہ میں ناراض ہو جاتا ہوں اور یہ ناراضگی وقتی ہوتی ہے۔"

"لیکن اب کی بار آپ کچھ زیادہ ہی ناراض ہوں گئے تھے۔"اس نے ہلکا سا شکوہ کیا۔

"اب تھوڑا بہت تو چل ہی جاتا ہے یار، معاف کر دو آئندہ سے اتنا ناراض نہیں ہو گا۔"
اس نے معصومیت سے کہا۔

"یعنی آپ ناراض ہونا نہیں چھوڑیں گے۔"

"بالکل بھی نہیں یہ سب تو میاں بیوی میں چلتے ہی رہتا ہے۔" وہ پھر اسے دیکھے گئی۔ وہ غصے کا تیز تھا اور جلد ناراض ہو جایا کرتا تھا ورنہ بندہ اتنا بھی برا نہیں تھا۔

"اس طرح نہ دیکھا کرو یار جب تم یوں دیکھتی ہو ناں تو..." اس نے اپنی بات بیچ میں ہی ادھوری چھوڑ دی۔

"تو....؟؟" پارس کو جاننے کا تجسس ہوا۔

New Era Magazine

"جب تم یوں دیکھتی ہوناں تو تمہیں اور زیادہ پیار کرنے کو دل کرتا ہے میرا۔" وہ پھر شرارت پر آمادہ تھا۔ پارس نے اسے خفگی سے گھورا۔

"پارس تمہیں اپنے شاہ پر اعتبار ہے ناں؟" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر ایک امید کی جوت جلائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ مستفر ہوا۔

"خود سے بھی زیادہ۔" پارس نے اس امید کے دیے کو بجھنے نہیں دیا تھا۔

"تھینکس !!!!" اپنے سر اس کے سر سے ہولے سے ٹکرا کر اس نے آنکھیں موند لیں تھیں۔ ایک طمانیت بھرا احساس اس کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ ایک خوبصورت مسکراہٹ نے پارس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔ وہ اس کے آنسوؤں کی وجہ بنا تھا تو اس کے چہرے پر در آنے والی مسکراہٹ کا سبب بھی بنا تھا۔

اے ہمسفر تجھے کیا خبر۔۔!!

تیری رہگزر پہ میری ہر نظر۔۔!!

تیری ایک نظر میری زندگی۔۔!!

تیری بے رخی میری موت ہے۔۔!!

****

دونوں ہی اس وقت زاہدہ اور اکرام انصاری کے کمرے میں موجود تھے۔زوہیب اکرام صاحب سے ان کی طبیعت کے بارے میں مزاج پرسی کر رہا تھا جب زاہدہ نے ذہن میں کلبلاتے سوال کو زبان دی۔

"اس بار بڑی دیر لگادی زوہیب بیٹا۔"

"جی وہ۔۔۔"

New Era Magazine

"اماں یہ تو آنا چاہ رہے تھے لیکن ان کے آفس کا کام بھی بہت تھا، بس اسی وجہ سے آنہ سکے۔" وہ کچھ بولتا اس سے پہلے ہی پارس نے بات سنبھال لی تھی۔ وہ ممنون نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

زوہیب سے اس کی بات کلئیر ہو گئی تھی وہ اسے منا چکا تھا۔ یہ بات دونوں میاں بیوی کی بیچ کی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنے شوہر کو لے کر اس کے ماں باپ کے دل میں کوئی بال آئے اور بے شک یہ ایک اچھی بیوی ہونے کی علامت تھی۔

بات یہ نہیں تھی کہ زاہدہ نہیں سمجھی تھیں وہ ایک جہاندیدہ خاتون تھیں پھر کیسے بیٹی کا شوہر کا دفاع کرنا نہ سمجھتی۔ یہ تعلیم بھی تو ان ہی کی دی ہوئی تھی۔ یہ ان دونوں میاں بیوی کا نجی معاملہ تھا تو وہ کیوں بیچ میں کچھ بولتی۔ داماد کی نظروں میں اپنی بیٹی کے لیے نرم تاثرات ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکے تھے۔ یہ سب دیکھ کر زاہدہ نے پر سکون سی سانس لی تھی۔

New Era Magazine

"میں معذرت خواہ ہوں۔آپ کی عیادت کو نہ آسکا۔"اس نے ایک نظر اٹھا کر اکرام صاحب کو دیکھا جو کافی کمزور نظر آرہے تھے۔

"ارے بیٹا کیوں غیروں کی سی باتیں کرتے ہو۔"مسکرا کر کہتے ہوئے وہ اس کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے تھے۔

لڑکیوں کو اپنے اور شوہر کے نجی مسائل اور دیگر گھریلو جھگڑوں کو اپنے تک ہی محدود رکھنے چاہیے جہاں تک ہو سکے خود سے حل کرنے کی کوشش کریں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔اپنے نجی مسائل کا والدین کے گھر ذکر کرنے سے پہلے اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ اس میں اس کی اور اس کے شوہر کی ہی بے توقیری ہے۔اپنے مسائل اپنے تک محدود رکھنے سے نہ صرف اپنے میکے میں آپ کا مقام ہوتا ہے بلکہ شوہر کے دل میں بھی آپ کے لیے وسعت پیدا ہوتی ہے۔ سسرال والوں اور شوہر سے تعاون کریں اس حد تک کہ آپ کی عزت نفس برقرار رہے ان کے آگے بچھ نہ جائیں۔ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط قرار دیں۔ حق و باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

New Era Magazine

جھوٹ سے پرہیز کریں۔اگر آپ سسرال والوں کی کسی بات سے اتفاق نہیں کرتے ہیں تو معاملہ فہمی سے کام لیں،اپنی بات دلائل کے ساتھ محبت سے انہیں سمجھائیں تا کہ وہ آپ کو اور آپ کے فیصلوں کو اہمیت دیں اگر پھر بھی اہمیت نہ دیں تو صبر سے کام لیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں ایک نہ ایک دن انہیں احساس ضرور ہو گا،انسان کو کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی اپنے کیے کا احساس ضرور ہوتا ہے۔تلخیوں کو ایک جانب رکھ کر اپنا معاملہ اپنے رب کے سپرد کر دیں اسی میں آپ کی عزت ہے۔ضروری نہیں آپ ہر دفعہ صحیح ہو بعض دفعہ آپ غلط ہو سکتے ہیں بعض دفعہ وہ۔اپنے فرض سے کوتاہی نہ برتے اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کریں۔اپنے اندر برداشت کا مادہ پیدا کریں لیکن ایک حد تک۔جہاں بات برداشت کے اوپر کی ہو جائے زیادتی و ظلم کا زور بڑھ جائے تو اپنے گھر والوں کو اعتماد میں ضرور لیں۔ظلم کی چکی میں نہ پیستے جائیں۔اگر آپ ظلم کے خلاف نہ بولیں تو آپ کا شمار بھی انہیں میں ہو جاتا ہے۔صبر و برداشت اور ظلم میں واضح فرق کرنا سمجھیں۔ہمیں صبر کا حکم دیا گیا ہے اور برداشت کی حد تعین کی گئی ہے،ظلم سہنے والوں کا شمار بھی ظلم کرنے والوں میں کیا گیا ہے۔

****

"اور بتاؤ بیٹی گھر پر سب ٹھیک ہے ناں اکرام کی طبیعت کیسی ہے اب۔ میں خود اس سے ملنے چلا جاتا لیکن کمبخت یہ گھٹنوں کا درد میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔" جمال صاحب نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اکرام انصاری کا حال احوال پوچھا۔

"جی۔ اب پہلے سے کافی بہتر محسوس کر رہے ہیں ابا اور گھر پر بھی سب ٹھیک ہیں۔" پارس نے مسکرا کر جواب دیا۔

نزہت بیگم اور جمال صاحب نے فون پر اکرام صاحب سے پہلے ہی بات کر لی تھی۔ اکرام انصاری نے اپنی طرف سے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔

نزہت بیگم کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ زوہیب، اکرام انصاری کی طبیعت کے بارے میں نہیں جانتا۔ انہوں نے اپنی طرف سے یہ مطلب اخذ کیا تھا کہ اس نے پارس کو

میکے رکنے کی اجازت دے دی تھی تو جانتا ہی ہو گا۔اسی لیے اتنے دنوں میں انہوں نے اس سے اکرام انصاری کی طبیعت کی بابت کوئی بات نہیں کی تھی۔

****

پلک جھپکتے ہی دیڑھ سال کا عرصہ گزر گیا تھا۔زندگی اپنی ڈگر پر چل رہی تھی۔اتنا عرصہ کیسے اتنی جلدی گزر گیا تھا کچھ پتہ ہی نہیں چلا تھا۔بیک کراؤن سے ٹیک لگائے وہ گزرے دنوں کو سوچ رہی تھی ساتھ ہی سیما کی فون پر کہی گئی باتیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھی۔تب ہی زوہیب اندر داخل ہوا تھا۔اسے سوچوں میں گم دیکھ کر وہ بیڈ پر قریب ہی آ کر بیٹھا تو وہ بھی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"پریشان نظر آ رہی ہو، کسی نے کچھ کہا ہے؟"اس کی خاموشی کو بھانپ کر زوہیب نے استفسار کیا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ تھکن زدہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"کیا بات تمہیں پریشان کیے ہوئے ہے مجھے بتادو پارس!!" وہ فکر مند سا ہوا۔ تھکی سانس خارج کر کے پارس نے اسے بتانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ نظریں نیچی کیے وہ گویا ہوئی۔

"سیما بھابھی کا فون آیا تھا کہہ رہی تھیں کہ..." اسے سمجھ نہیں آیا کس طرح اپنا فقرہ مکمل کرے۔ "ہماری شادی کو اتنا عرصہ ہو گیا ہے میری طرف سے کوئی خوشی کی خبر سننے کو نہیں ملی۔" فقرہ ادا کر کے اس نے زوہیب کو دیکھا وہ اس کا جواب سننا چاہتی تھی جو پوری سنجیدگی سے اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"تم نے انہیں کہا نہیں کہ ہم رب کی رضا میں راضی ہیں۔ اسے جب ہمیں اولاد دینی ہو گی دے دے گا۔ ہمیں اپنے رب پر کامل یقین ہیں۔" زوہیب کی بات پر پارس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ جب کسی عورت کو یہ جملے سننے پڑتے ہیں تو اس

کے دل پر کیا بیتتی ہے اور وہ تو اس وقت فون پر سیما کو کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی. وہ تو اس وقت صرف یہ سوچ رہی تھی کہ کیا زوہیب کو کبھی اس بات کا خیال نہیں آیا ہو گا۔ وہ بھی تو ایک مرد تھا۔

ایک لمبی سانس کھینچ کر زوہیب نے پارس کے ہاتھوں پر اپنا نرم دباؤ ڈالا۔

"کیوں پریشان ہو رہی ہو؟ میں نے کبھی تم سے کوئی مطالبہ کیا ہے؟ کبھی کوئی بات کہی ہے؟ پارس ہم انسانوں کے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے جو بھی کرنا ہے اس رب کی پاک ذات نے کرنا ہے۔ سارے راز وہ تخلیق کرنے والا ہی جانتا ہے۔ عورت تو اس سب کی ذمہ دار نہیں۔ اولاد مرد کے نصیب میں ہوتی ہے عورت کے نہیں اور مجھے رب کی ذات سے اچھا گمان ہے۔ جب اس نے مجھے اولاد کی نعمت سے نوازنا ہو گا نواز دے گا۔ جب دینے والی اس رب کی ذات ہے تو میں کیوں تمہیں موردالزام ٹھہراؤں؟" وہ اسی متانت، بردباری اور سنجیدگی سے کہہ رہا تھا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ وہ اس کی سوچ سے بڑھ کر اس کے لیے اچھا ثابت ہوا تھا۔ وہ عمدہ خیالات کا حامل شخص اپنی باتوں اور عمل سے مقابل کا دل جیت کر اپنی مٹھی میں قید کر لیتا تھا۔

"میں پوری زندگی آپ کی احسان مند رہوں گی۔میں آپ کے لائق نہیں تھی شاہ۔میں کبھی آپ کی برابری کر ہی نہیں سکتی۔"اس کی آواز آنسوؤں سے مغلوب ہو گئی تھی۔

"لیکن میں تمہیں اپنا احسان مند نہیں دیکھنا چاہتا۔اپنے سامنے جھکا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا۔اپنے آپ کو کمتر اور حقیر کبھی بھی نہ سمجھنا ورنہ یہ دنیا تمہیں کمتر اور حقیر سمجھنے لگے گی،اپنی پہچان انسان خود بناتا ہے لوگوں سے خود اپنی عزت کرواتا ہے،اپنا مقام خود بنواتا ہے۔پارس تمہیں اپنی پہچان،اپنی عزت دنیا سے خود کروانی ہے۔اپنا ایک بلند و اعلیٰ مقام بنوانا ہے۔تم جتنا خود کو گرا ہوا ظاہر کرو گی دنیا اتنا ہی گرائے گی۔اپنے وقار کو مجروح نہ ہونے دو۔میری نظر میں تم بہت مظبوط ہو،احساس کمتری تم پر نہیں جچتا۔" اسے وہ زندگی جینے کے گر سکھا رہا تھا۔احساس تشکر سے اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔پارس نے آہستہ سے اپنا سر زوہیب کے کندھے پر رکھ دیا۔اتنی محبت چاہت اور مان کی اس نے صرف تمنا کی تھی لیکن آج وہ تمنا حقیقت کا روپ دھار چکی تھی۔اس کی پیاسی روح زوہیب کی محبت سے سیراب ہوتی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے اس کی شرارتی سی آواز سنی۔

"تمہیں میرے کندھے کی ضرورت تھی تو ویسے ہی بول دیتی۔" وہ جانتی تھی کہ وہ اس کا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ کچھ بھی کہے بنا وہ ہولے سے مسکرا دی۔ وہ اس کے کندھے کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔

****

"کیا ہوا ہے زوہیب؟" جمال صاحب نے اس کے تھکن زدہ چہرے پر نظر ڈال کر پوچھا جو اس وقت ان کے کمرے میں موجود تھا۔ نزہت بیگم بھی دونوں باپ بیٹے کی جانب متوجہ ہوئیں اور بغور بیٹے کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"ہاں، کچھ نہیں ابا بس گرمی بہت زیادہ ہے باہر۔ تھوڑی تھکان محسوس ہو رہی ہے۔" وہ ابھی آفس سے آیا تھا۔ نڈھال اور تھکے انداز میں اس نے انہیں دلاسہ دینا چاہا لیکن وہ کیسے فرق نہ کر پاتے اس کی تھکان اور پریشانی میں۔

"بات کیا ہوئی ہے زوہیب مجھے وہ بتاؤ۔" وہ سیدھے مدعے پر آئے تھے۔

وہ انہیں بس دیکھ کر رہ گیا وہ اس کے چہرے سے اس کے دل و دماغ میں کیا چل رہا ہے اخذ کر لیتے تھے۔ اس نے ایک لمبی سانس خارج کر کے باری باری نگاہ اپنے باپ اور ماں پر ڈالی پھر سب کچھ انہیں بتاتا چلا گیا۔ جو بات اس نے ان کے گوش گزار کی اسے سن کر وہ دونوں بھی پریشان ہو گئے تھے۔

"اسی لیے میں آپ لوگوں کو بتانا نہیں چاہ رہا تھا۔" ان کے چہروں پر پریشان تاثرات دیکھ کر وہ بولا۔

New Era Magazine

"فکر مت کرو اللہ بہتر کرے گا۔" جمال صاحب نے اسے ڈھارس دی تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی ان کی خوشی کے لیے بدقت ہلکے سے مسکرا دیا۔

"وہ مالک کارساز ہے اس سے اچھے کی امید رکھو۔" نزہت بیگم کے کہنے پر اس نے ان کا ہاتھ تھاما اور عقیدت سے بوسا دیا۔

"ہاں اماں بس تم دعا کرنا۔" مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے اپنے کمرے کی راہ لی تھی۔

تعلیم مکمل ہوتے ہی ایک اچھے بیٹے کا ثبوت دیتے ہوئے اس نے گھر کی تمام ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر لے لیں تھیں۔ جمال صاحب مستقل ہونے والے گھٹنوں کے درد سے لاغر ہو گئے تھے اسی لیے سب سے پہلے زوہیب نے ان کا کام چھڑوانے کا کام کیا۔ انہوں نے لاکھ نہ نہ کی لیکن اس نے ایک نہ سنی۔ اب والدین کے ساتھ ساتھ بیوی بھی اس کے ذمے تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی طرف سے کوئی کوتاہی

New Era Magazine

ہو۔ایک مہینے سے یہ بات اس نے اپنے تک ہی محدود رکھی تھی لیکن اب اس کی پریشانی میں دن بادن مزید اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

****

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ اسے الجھا بکھرا سا پریشان نظر آیا۔وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ایسے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔فکر مند سی وہ آگے بڑھی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"اس کے پوچھنے پر بھی وہ کچھ نہیں بولا۔

"کیا ہوا اتنے پریشان کیوں نظر آرہے ہیں؟"وہ دونوں چہرہ دیکھ کر ایک دوسرے کی پریشانی بھانپنے لگے تھے،ایک دوسرے کو جاننے لگے تھے،عادت واطوار اور رویے کو پہچاننے لگے تھے۔وہ دونوں ایک دوجے کو سمجھنے لگے تھے اور اس سب میں ان دونوں ہی فریقین کا ہاتھ شامل تھا۔

"کچھ نہیں۔" اپنے چہرے پر چھائی پریشانی کو حتی الامکان اس نے چھپانا چاہا۔ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بیڈ پر ہی بیٹھ گیا۔

"مجھ سے اپنی پریشانی بانٹنا پسند نہیں کریں گے؟" اس کے قریب ہی بیٹھ کر پارس نے اس سے سوال کیا۔

ایک تھکن زدہ سی نظر اس نے پارس پر ڈالی اور بلا تمہید اپنی بات شروع کی۔

"پارس اچانک شئیر مارکٹ گرنے کی وجہ سے میری بینک کو کروڑوں کا نقصان ہوا ہے۔ اسی لیے ورکرز سے انہوں نے معزرت کرلی ہے۔ میں ایک جگہ ابھی وقتی طور پر ریسیپشنیسٹ کے طور پر لگا ہوں۔ یہ سب ہوئے ایک مہینہ گزر گیا ہے۔ گھر میں کوئی پریشان نہ ہو اس لیے میں نے نہیں بتایا۔ میں پچھلے ایک مہینے سے ایک اچھی نوکری کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ گھر کے خرچ کے لیے اپنے ایک دوست سے ہی پیسے

New Era Magazine

مانگے تھے۔ایک دو جگہ نوکری کی بات کی ہے دیکھو کیا ہوتا ہے۔"اپنی بات کہہ کر اس نے پارس کو دیکھا جو فکر مندسی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔"وہ اس سے گلہ کر رہی تھی۔

"تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"اس کے دھیمے سے کہنے پر پارس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔انشاءاللہ اللہ بہتر کرے گا۔"زوہیب نے اس کے ہاتھ کو تھپکا اور ہلکا سا مسکرایا پھر اس کی طرف متوجہ ہوا جو اور بھی کچھ کہہ رہی تھی۔

"زندگی میں آزمائشیں آتی ہیں اور ٹل بھی جاتی ہیں۔بس ہمیں ثابت قدم رہنا ہوتا ہے،صبر کا دامن تھامے رہنا ہوتا ہے۔جو لوگ آزمائش کی گھڑیوں میں صبر کا دامن تھام لیتے ہیں،رب پر کامل یقین رکھتے ہیں وہ سرخرو ضرور ہوتے ہیں۔"

New Era Magazine

"شکریہ تمہارے الفاظ میری ہمت بڑھا دیتے ہیں۔" وہ اسے تشکر بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔اس کی موجودگی میں اسے سکون اور ڈھارس ملتی تھی۔وہ اس کے لیے ایک نعمت تھی جو رب نے اسے عطا کر دی تھی۔اس کے رشتے داروں نے کئی دفعہ پارس کے پڑھی لکھی نہ ہونے پر برملا اظہار بھی کیا تھا لیکن لوگ چاہے کچھ بھی کہتے اسے اپنی بیوی عزیز تھی،زوہیب کو پارس سے محبت تھی۔کیا ہوا جو وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں تھی لیکن وہ اعلیٰ اخلاق و کردار کی حامل تو تھی ناں۔وہ اُس کے ساتھ وفادار تھی وہ اپنے شوہر کی حیثیت کے مطابق کسمپرسی کی زندگی گزارتی تھی ہر حرص اور بے جا فرمائشوں سے پاک۔

پارس اپنی جگہ سے اٹھی اور الماری سے ایک سفید لفافہ نکال کر اس کے سامنے کیا۔

زوہیب نے نا سمجھی سے اس لفافے کو دیکھا۔

"یہ کیا ہے؟"

New Era Magazine

"اس میں کچھ رقم ہے جو میں گھر خرچ سے نکال کر بچت کے طور پر اپنے پاس رکھتی تھی اور سلائی سے جو پیسے ملتے ہیں وہ بھی اسی میں ہے۔"

"تمہیں سلائی کرنے کی اجازت میں نے اس لیے نہیں دی تھی کہ تم سے پیسے لوں بلکہ تمہارے شوق اور خوشی کے لیے دی تھی۔ میں یہ پیسے نہیں لے سکتا۔" وہ شاید برامان گیا تھا۔

"آپ نے ہی تو کہا تھا ہر نشیب و فراز میں ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ تو اب وقت آگیا ہے ناموافق حالات میں ایک ساتھ کھڑے ہو کر ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا۔ مجھے اچھا لگے گا اگر آپ یہ رقم رکھیں گے۔" اس کی نیک نیتی اور خلوص کا وہ گرویدہ ہو گیا تھا۔

"میں یہ رقم نہیں لے سکتا پارس۔ تم سمجھ نہیں رہی۔"

New Era Magazine

"آخر حرج ہی کیا ہے ؟ بھلے ہی ادھار کے طور پر رکھ لیں جب آپ کے پاس پیسے آئیں گے تو مجھے لوٹا دیجیئے گا۔" اس نے دوسری بات مسکرا کے کہی۔

"جب ضرورت پڑی تو لے لوں گا ابھی اسے رکھو، فی الحال تمہارے ہاتھوں کی بنی ایک کپ چائے کی شدید ضرورت ہے۔" اس کے نرمی سے کہنے پر پارس نے مزید کچھ بھی بولے بغیر لفافہ رکھا اور چائے بنانے کی غرض سے کچن کا رخ کیا۔

****

پارس کی طبیعت اچانک سے خراب ہو گئی تھی۔ اسے بار بار واش روم کے چکر لگاتا دیکھ کر زوہیب فکر مند سا ہو گیا تھا۔

New Era Magazine

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟"

"ہاں بس تھوڑی کمزوری سی محسوس ہو رہی ٹھیک ہوں میں، آپ پریشان نہ ہو۔" اپنا منہ تولیے سے تھپکتے ہوئے وہ دھیمے سے بولی۔

"خاک پریشان نہ ہوں۔ حالت دیکھو ذرا اپنی؟" اس کے زردی مائل چہرے کو دیکھ کر وہ متفکر ہوا اور اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

"کیا ہونا ہے میری حالت کو۔ آج شاید تھکان زیادہ ہو گئی اسی لیے۔۔۔۔" اپنی بات وہ مکمل بھی نہ کر پائی، اچانک اس کی آنکھوں کے گرد اندھیرا چھا گیا زوہیب نے سرعت سے اسے تھاما تھا۔

"مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔اسی وقت ڈاکٹر کے پاس چلو۔"اسے کہتے ہوئے اس نے بیڈ پر بٹھایا اور پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگایا جسے وہ ایک ہی سانس میں ختم کر گئی تھی۔

****

ڈاکٹر کے کہنے پر سارے ٹیسٹ کرانے کے بعد رپورٹ پوزیٹیو آئی تھی۔زوہیب اور پارس بے انتہا خوش تھے۔ تھی ہی اتنی خوشی کی خبر۔پارس امید سے تھی۔ان کی دلی مراد بر آئی تھی۔دونوں کے گھر والے بھی عرصے بعد ملنے والی اس خوشی کی خبر پر پر مسرت تھے۔سب نے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

****

"شکریہ اتنی بڑی خوش خبری دینے کے لیے۔" زوہیب نے اس کے ماتھے پر محبت کی مہر ثبت کی تو ایک شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ پارس نے اپنے پلکوں کی جھالر گرا لی تھی۔

زوہیب بہت خوش تھا اور اس کی خوشی پر پارس خوش تھی۔ آج اپنا آپ پارس کو نجانے کیوں مکمل لگنے لگا تھا۔ وہ نم آنکھوں سمیت اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"یار اب تو ان آنسوؤں کو بہنے مت دو۔" اس کے نرمی سے کہنے پر پارس ہلکے سے ہنس دی تھی۔ اس کا روتے روتے ہنس دینا بھی زوہیب کو بہت پسند تھا۔ اس کی یہ چھوٹی چھوٹی حرکتیں اس کا دل موہ لیتی تھیں۔

"اچھا ایک اور خوشخبری سنو مجھے ایک جگہ اچھی سی جاب لگ گئی ہے۔ یہاں پر وموشن کے بھی امکانات ہیں۔"

New Era Magazine

"مبارک ہو آپ کو یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔"

"ہاں ہماری اولاد اپنے حصے کا رزق لے کر آئی ہے۔"

"ہاں اللہ کے ہر کام میں حکمت ہے۔" پارس نے عقیدت سے کہا۔

"مجھے یقین ہے ہماری بیٹی ہی ہو گی اور جانتی ہو ہم اس کا نام کیا رکھیں گے؟" اس کے اتنے وثوق سے کہنے پر پارس اشتیاق سے اسے دیکھنے لگی۔

"پوچھوناں کیا رکھیں گے؟" اس کی خوشی دیدنی تھی۔

"اچھا بتائیں کیا نام رکھیں گے؟" اس نے اپنی مسکراہٹ روک کر پوچھا۔

New Era Magazine

"آئینہ!!!! جو بالکل تمہارا عکس ہو گی۔میں اپنی بیٹی میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔تمہاری جھلک دیکھنا چاہتا ہوں۔وہ صورت میں ہی نہیں بلکہ سیرت میں بھی تمہارے طرح ہو گی۔" پارس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔اس کے پاس الفاظ نہیں تھے گویا قوت گویائی سلب ہو چکی تھی۔کیوں اتنا معتبر کر دیتا تھا وہ اسے؟آج پارس کو احساس ہوا تھا کہ پارس شاہ،زوہیب شاہ کی محبت کی مقروض ہوتی جارہی تھی۔

****

آج بہت دنوں بعد پارس اپنے میکے آئی تھی۔اس کی حالت کے پیش نظر زوہیب اسے آنے جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔اس کی پراپر ڈائٹ کا وہ پورا پورا خیال رکھ رہا تھا۔ آج بھی بڑی مشکل سے وہ راضی ہوا تھا۔صبح صبح اسے یہاں چھوڑ کر وہ اپنے آفس چلا گیا تھا اور اسے شام میں تیار رہنے کی تاکید بھی کر گیا تھا۔

New Era Magazine

شام میں وہ جانے کے لیے تیار بیٹھی تھی اس وقت سب ہی موجود تھے زوہیب اب تک نہیں آیا تھا۔وہ مجدس کے ساتھ مگن تھی جب اسے مراد کی آواز سنائی دی وہ اکرام انصاری سے مخاطب تھا۔

"ابا آپ نے میرے متعلق جمال انکل سے کوئی بات کی ہے؟"

"کیوں کیا ہوا؟" انہوں نے اسے دیکھ کر پوچھا۔سب ان دونوں باپ بیٹے کی جانب متوجہ ہو گئے تھے مراد بہت مشتعل نظر آرہا تھا۔

"اگر آپ کو مجھ سے اتنی ہی شکایت ہے تو سیدھا مجھ سے کہیں۔آپ لوگوں کو اگر مجھ سے، میری بیوی سے مسئلہ ہے تو کہہ دیں ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں لیکن یوں دوسروں کو بیچ میں انوالو نہ کریں۔وہ ہوتے کون ہیں مجھے درس دینے والے۔انہیں کہہ دیں کہ ہمارے گھر کے معاملات سے دور رہیں۔پہلے بھی انہوں نے مجھے کئی دفع

New Era Magazine

اس بابت بات کی ہے میں نے لحاظ کر لیا لیکن اب میں برداشت نہیں کروں گا سمجھا دینا آپ انہیں۔" وہ تنفر سے گویا ہوا۔

جمال صاحب اسے آج ہی کہیں ملے تھے اس لیے انہوں نے محبت سے اسے سمجھانا چاہا تھا کہ بوڑھے ماں باپ کا خیال رکھے کہ وہ اب بیمار رہتے ہیں۔اپنی بیوی کو سمجھائے۔ تب تو اس نے چپ چاپ خاموشی سے سن لیا تھا لیکن اس وقت وہ اپنا ضبط کھو چکا تھا۔

اس کا انداز پارس کو بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

"بھیا اس میں غلط کیا ہے انکل نے جو بھی کچھ کہا ہو گا آپ کی بھلائی کے لیے کہا ہو گا اس میں اتنا غصہ کرنے کی کیا بات ہے؟ آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ آپ حالت دیکھ رہے اماں ابا کی، آپ کو فکر ہیں ان کی کچھ؟"

"ابا اپنی لاڈلی کو سمجھا دیں، یہ ہمارے گھر کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔" اس کے کھردرے لہجے پر پارس کا دل دکھا تھا۔اس پر متضاد سیما کی طنزیہ نگاہوں نے اپنا کام کیا تھا۔

"کیوں نہ کروں میں دخل اندازی؟ آخر آپ اور آپ کی بیوی کو گھر کا سکون کیوں ختم کرنے پر تلے ہیں؟" پارس کی برداشت کی حد ختم ہو گئی تھی۔

"میں نے کون سا سکون برباد کر دیا محترمہ آپ کے گھر کا؟ دیکھ لیا مرادیہ عزت ہے تمہاری اور میری اس گھر میں۔اب تو میں یہاں ایک پل بھی نہیں ٹھہروں گی۔" سیما بلبلا کر کہہ اٹھی وہ تو موقع ڈھونڈ رہی تھی کچھ بولنے کا۔

"پارس تم خاموش ہو جاؤ بیٹی۔" زاہدہ کی التجا بھری آواز پر اس نے دکھ بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

New Era Magazine

"کیوں اماں کیوں چپ ہو جاؤں اور کتنا سہے گے آپ دونوں؟"اس کی بات پر مراد نے قہر بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"ابا یہ سب آپ کی شہہ کا نتیجہ ہے جو آپ نے اپنی اس بیٹی کو دی ہے۔بہتر رہے گا تم ہمارے گھر کے معاملے سے دور رہو۔اپنے گھر اور اپنی گھر داری پر دھیان دو۔"اس کے دھاڑنے پر وہ سہم سی گئی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے تھے۔وہ کیسے بھول گئی تھی کہ یہ اب اس کا گھر نہیں تھا۔کیا اس کی جڑیں یہاں اتنی کمزور تھی کہ اسے توڑ کر پھینک دیا گیا تھا۔جہاں وہ پلی بڑھی تھی اسی گھر کو اس کا نہیں کہا جا رہا تھا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو مراد۔اپنا لہجہ نیچے رکھو۔"زوہیب کی اونچی آواز پر سب کی نظریں دروازے کی طرف اٹھی تھی۔وہ شاید ابھی آیا تھا۔اسے وہاں موجود دیکھ کر پارس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔اس نے شکر کی سانس لی تھی کہ اچھا ہوا جو وہ جمال انکل کے بارے میں کی جانے والی گفتگو نہ سن سکا۔

"میں اپنی بہن سے مخاطب ہوں۔ میں چاہے جس لہجے میں اس سے بات کروں۔"

"اوہ!!! بہت خوب!! اپنے آپ کو اس کا بھائی کہنے سے پہلے بھائی ہونے کا کون سا حق ادا کیا ہے؟ اگر واقعی میں دل سے بہن کی قدر کرتے اس سے محبت کرتے تو اس سے اتنی اونچی آواز میں اس لہجے میں بات ہی نہ کرتے۔ ہو گی وہ تمہاری بہن لیکن اب وہ میری بیوی ہے اور میں قطعی برداشت نہیں کروں گا کوئی میری بیوی سے اس لہجے میں بات کرے چاہے وہ اس کا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔" سرد تاثرات اس کے چہرے پر رقم تھے۔ چلتا ہوا وہ پارس کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔

"میرے منہ مت لگو زوہیب!!! اپنے کام سے کام رکھو۔" دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل آ کھڑے تھے۔ اکرام انصاری جو کب سے خاموش تماشائی بنے سن رہے تھے ان دونوں کے بیچ میں آئے تھے۔

"بہت ہو گیا مراد میرے کچھ نہ بولنے کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ ابھی اور اسی وقت اپنی شکل یہاں سے گم کرو۔" اکرام انصاری برہمی سے دھاڑے دوسرے ہی لمحے ان کا ہاتھ اپنے دل کی طرف گیا تھا۔ مع مراد سب ان کی جانب لپکے تھے۔ ان کا چہرہ دیکھ کر پارس کی زوردار چیخ نکلی تھی۔

****

"شکر ہے پیشنٹ کو آپ صحیح وقت پر ہاسپٹل لے آئیں۔ شاید وہ مسلسل کسی ٹینشن کا شکار ہے اسی وجہ سے انہیں دل کا دورہ پڑا ہے۔ انہیں کیئر کی سخت ضرورت ہے۔ آج پوری رات انہیں نگہداشت میں رکھا جائے گا۔ فکر مت کیجیے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ڈاکٹر نے اپنے پیشے وارانہ انداز میں کہا تو زوہیب اور مراد نے سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر دونوں کا کندھا تھپک کر آگے بڑھ گئے۔

فوری ٹریٹمنٹ دینے کے باعث اکرام انصاری کی طبیعت بحال ہو گئی تھی۔ڈاکٹر نے ان کا دھیان رکھنے کی خاص تاکید کی تھی۔پارس اور زاہدہ کارورو کر براحال تھا۔وہ دونوں بھی زبردستی ہاسپٹل آگئی تھیں۔

مراد تھک کر پاس پڑے چیئر پر بیٹھ گیا۔وہ بہت بے چین نظر آرہا تھازوہیب نے اس پر ایک افسوس بھری نگاہ ڈالی اور زاہدہ سے مخاطب ہوا۔

"فکر مت کریں آنٹی،انشاءاللہ انکل کی طبیعت جلد ٹھیک ہو جائے گی۔وہ اب ٹھیک ہے خطرے کی کوئی بات نہیں۔میرے خیال سے اب آپ کو گھر چلنا چاہیے۔مراد یہاں پر ہے۔میں بھی آپ کو گھر چھوڑ کر پھر واپس آجاؤں گا۔"اس کی بات انہیں ٹھیک لگی تھی ایک نظر انہوں نے مراد پر ڈالی۔دل پھر ایک بار کرلا اٹھا تھا پھر دوسری نظر پارس پر اس وقت اس حالت میں پارس کا یہاں ٹھہرنا بالکل بھی مناسب نہیں تھا اسی لیے وہ راضی ہو گئیں۔

"پارس چلو بیٹی اٹھو۔"

"میں کہیں نہیں جا رہی اماں۔ میں یہاں ابا کے پاس رکوں گی۔" اس نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا اور جانے سے انکار کر دیا۔ زوہیب کو اس کی حالت پہ بہت رحم آیا اسی لیے اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"فضول کی ضدمت کرو پارس!!!اب انکل کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ تمہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔ میں اور مراد ہے ناں یہاں انکل کا خیال رکھنے کے لیے۔" ناچاہتے ہوئے بھی پارس مان گئی تھی اور اٹھ کر آگے بڑھ گئی۔ اس نے ایک نظر اٹھا کر بھی مراد کو نہیں دیکھا تھا۔

مراد نے ان تینوں کی پشت کو دیکھا اور تھک کر پھر اپنی آنکھیں موند لیں۔

New Era Magazine

"ابا کو اس حالت میں پہنچانے والا میں ہی ہوں۔کاش میں وہ سب نہ کہتا!!!" کہیں ناں کہیں ندامت نے اس کے اندر سر اٹھایا تھا۔

****

صبح اکرام انصاری کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔نقاہت ان کے زردی مائل چہرے پر صاف نظر آ رہی تھی۔مراد اور زوہیب کی سرد مہری ویسے ہی برقرار تھی۔مراد نے کسی سے بھی اپنے رویے کی کوئی معافی نہیں مانگی تھی۔گھر میں سرد سا ماحول ہو گیا تھا۔انہیں کمرے میں بستر پر لیٹا کر مراد اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جیسے ہی اس نے اندر کمرے میں قدم رکھا سیما اپنی پیکنگ کیے تیار کھڑی تھی۔

"یہ سب کیا ہے سیما؟" ایک نظر بیگ پر اور پھر دوسری اس پر ڈال کر اس نے سوال کیا۔

New Era Magazine

"بہت کر لیا میں نے برداشت اب میں کسی کی کچھ نہیں سنوں گی نہ تمہاری اور نہ ہی اپنے ڈیڈ کی۔ میں اس گھر میں بالکل نہیں رک سکتی جہاں میری کوئی عزت نہ ہو۔" وہ اونچی آواز میں بول رہی تھی۔

وہ عزت کی بات کر رہی تھی کون سی عزت؟ اور کیسی عزت؟ خود تو گھر والوں کا احترام نہیں کیا انہیں عزت نہیں دی اور توقع عزت کی رکھ رہی تھی۔

ہمیں اگر بدلے میں عزت چاہیے ہوتی ہے تو پہلے مقابل کی عزت کرنی پڑتی ہے اپنا رویہ خوش اخلاق رکھنا پڑتا ہے۔ کسی کو دکھ پہنچا کر، کسی کی دل آزاری کر کے بدلے میں عزت کی توقع رکھنا نری حماقت ہے۔ اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ دنیا دیں اور لیں کے حساب سے چلتی ہے۔

"کیا پاگل پن ہے سیما۔ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا ابا کی طبیعت کتنی خراب ہے۔"

New Era Magazine

"مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ تم اگر آنا چاہتے ہو تو آؤ ورنہ بھاڑ میں جاؤ۔" درشتگی سے کہتی وہ مجدس کا ہاتھ تھامے بیگ اٹھا کر چلی گئی اور وہ اسے بس جاتا دیکھتا رہ گیا۔

****

زوہیب نے کچھ دنوں کے لیے پارس کو اس کے میکے میں ہی چھوڑ دیا تھا لیکن تینوں وقت اسے کال کر اپنا خیال رکھنے اور دوائیاں لینے کی تاکید کرتا رہتا۔ جمال شاہ اور نزہت بھی اکرام انصاری کی عیادت کر کے جا چکے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ صحت یاب ہو رہے تھے۔ ندامت کے مارے مراد ان کے کمرے میں کچھ وقت گزار لیا کرتا۔ اس کے والدین کے لیے تو یہی بہت تھا۔ جو بھی تھا جیسا بھی تھا وہ ان کا خون تھا۔ یوں اسے کاٹ کر تو پھینکا نہیں جا سکتا تھا۔ مراد روز سیما اور اپنے بیٹے کے پاس چکر لگا آیا کرتا۔ فون پر بھی بات کر لیتا۔ مجدس فون پر گھنٹوں اپنے دادا، دادی اور پھپھو سے باتیں کرتا رہتا۔ مراد لاکھ جتن کر رہا تھا سیما کو منانے کے لیکن وہ ماننے کے لیے بالکل تیار نہیں تھی۔ بالآخر ماں باپ کی محبت پر بیوی اور بیٹے کی محبت غالب آ گئی تھی، پھر مراد کا زیادہ

تر وقت اپنی سسرال میں گزرتا یہاں وہ بس چکر لگا لیا کرتا۔ پارس اور اس کی تھوڑی بہت بات ہو جاتی۔ اسے پھر سے اپنی پرانی روش پر آتا دیکھ کر پارس صرف ملال کرتے رہ گئی تھی۔

اکرام انصاری مزید تھوڑے اور صحت یاب ہوئے تو پارس بھی اپنے گھر چلی گئی تھی۔ ملازمہ ان کا خیال رکھتی۔ پارس بھی روز فون پر انہیں ہدایات دینا نہ بھولتی۔ ان کے اتنے کڑے وقت میں پارس نے ان کا خیال رکھا تھا دونوں میاں بیوی کے پاس لفظ نہیں تھے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے۔ جو خدمات بیٹے نے کرنی چاہیے تھی وہ بیٹی کر رہی تھی۔ یوں ہی تو بیٹیوں کو رحمت نہیں کہا گیا۔ لاکھوں دعائیں ان کے دل سے اپنی بیٹی کے لیے نکلتی تھیں۔

وقت گزرتا رہا مراد کو جب بھی وقت ملتا وہ آجاتا کبھی کبھار مجد س کو بھی ساتھ لے آتا۔ وہ دادا دادی سے ملنے کے بعد بالکل بھی اپنے نانا کے گھر جانے کے لیے راضی نہ ہوتا۔ بہت بہلا پھسلا کر مراد کو اسے لے جانا پڑتا تھا۔ وہ دونوں بوڑھا بوڑھی اب بالکل

اکیلے رہ گئے تھے۔بچے آجاتے تو ان کا بھی دل بہل جاتا ورنہ وہیں اداسی چار سوں قائم رہتی۔

****

سات ماہ گزر چکے تھے۔آنے والے مہمان کی شاپنگ کے لیے زوہیب پارس کو آج شاپنگ کرنے کی غرض سے مارکیٹ لے آیا تھا۔کیا کیا چیزیں وہ شوق سے نہیں خرید رہا تھا۔اس کی خوشی دیکھ کر پارس ہنس دیتی تھی۔بڑے اشتیاق سے وہ کئی کھلونے بھی خرید چکا تھا۔وہ دونوں ایک شاپ میں داخل ہوئے تھے جب پارس کی نظر ایک ڈریس پر گئی۔جو ہر آنے والے خریدار کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔وہ اس ڈیمو کے طرف بڑھی تو وہ بھی اسی کے پیچھے آیا تھا۔

New Era Magazine

"کتنا پیارا ڈریس ہے ناں؟" پارس کے متوجہ کرنے پر اس نے دیکھا سامنے ہی سمپل سامر جنڈا کلر کا ڈریس نظر آ رہا تھا جس پر ہلکا سا کام کیا ہوا تھا۔اس نے ایک نظر اس ڈریس پھر پارس کی آنکھوں کی چمک کو دیکھا۔

"تمہیں پسند آیا؟"

"ہاں۔" مختصر کہہ کر وہ مڑ کر کچھ اور دیکھنے لگی۔

زوہیب نے ڈریس پر لگے ٹیگ پر درج رقم دیکھی پھر اپنے والٹ کو جس میں اتنے پیسے موجود نہیں تھے۔وہ ڈریس اتنا قیمتی تھا جس کی قیمت وہ افورڈ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

زوہیب کی خاموشی محسوس کر کے اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ اب تک اسی پوزیشن میں کھڑا اس ڈریس کو دیکھ رہا تھا۔اس کی نظر اس کے والٹ پر گئی وہ ایک گہری سانس لے کر اس کے قریب آئی۔

New Era Magazine

"اب اتنا بھی پسند نہیں کہ اس کے بغیر میرا گزارا ہی نہیں ہوگا اور اس کا ورک دیکھیں اتنا بھی خاص نہیں۔" اپنے تییے وہ اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی تھی لیکن وہ اتنا بھی نادان نہیں تھا۔ اس کا دل اندر سے خالی ہو گیا۔

"میں اسے اتنی سی بھی خوشی نہیں دے سکتا۔" پارس کی حسرت بھری نگاہیں اس سے پوشیدہ نہیں رہی تھیں۔

"اب چلیں بھی ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" اس کا بازوں پکڑے وہ آگے کی جانب بڑھ گئی۔

****

New Era Magazine

"تمہاری بہن کو اپنے سسرال میں بیٹھ کر بھی چین نہیں ہے۔" مراد جیسے ہی کمرے میں تھکا ہارا لوٹا حسبِ عادت سیما کے دکھڑے شروع ہو گئے تھے۔

"اب کیا ہو گیا؟" بے زاری سے کہتا وہ بستر پر دراز ہو گیا۔

"پتہ نہیں اپنے گھر رہ کر بھی ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتی وہ۔" وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"سیما میں پہلے ہی تھکا ہارا آیا ہوں۔ زیادہ پہلیاں مت بجھواؤں، صاف صاف بتاؤ کیا ہوا ہے۔" وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔

"ہمارا بیٹا بس ہر وقت اسی کے گن گانے لگا ہے۔ جب دیکھو تب پھوپھو کی یاد آ رہی ہے کرتے رہتا ہے۔ رات دن فون پر اس کے ساتھ لگا ہوتا ہے۔ پتہ نہیں کیا جادو ٹونا کر دیا ہے اس نے میرے بیٹے پر۔"

"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔"اس کی دھاڑ پر وہ سہم کر پیچھے ہٹی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ ایک پڑھی لکھی عورت ہو کر تم ایسی جاہلوں کی سی باتیں کیوں کرتی ہو۔وہ مجدس سے پیار کرتی ہے شرم آتی ہے مجھے تمہاری ایسی گھٹیا سوچ پر۔اس معصوم پر الزام تراشی کر رہی ہو۔ غلطی سراسر تمہاری ہے۔ تمہیں اپنے دوستوں اور سیر سپاٹوں سے فرصت ملتی تو مجدس پر دھیان دیتی ناں۔تم نے ہی شروع سے اپنے بیٹے کو اپنے آپ سے دور رکھا جو محبت اسے تم سے ملنی چاہیے تھی وہ پارس سے ملی۔سچ تو یہ ہے اس کا مجدس سے گھلنا ملنا تمہیں پسند نہیں آتا۔"اسے لتاڑ کر وہ کمرے سے ہی چلا گیا جبکہ وہ تو اس کے انداز پر ہی ششدر رہ گئ تھی۔

"ہنہہ۔۔بڑا آیا بہن کا حمایتی۔"

New Era Magazine

ان کے بات بے بات جھگڑے اب معمول کا حصہ بن گئے تھے۔کون کہہ سکتا تھا کو یہ دونوں وہی تھے جو محبت کی حامی بھرتے نہیں تھکتے تھے۔تو بالآخر یہ انجام ہوا تھا پسند و محبت کی شادی کا جو پانی کے کسی بلبلے کی مانند بیٹھتی جارہی تھی۔مراد کئی دفع اپنے آپ سے سوال کرتا کیا اس نے جو کیا وہ صحیح کیا تھا؟کہیں ماں باپ کی بات نہ مان کر ان کی نافرمانی کر کے اس نے غلط تو نہیں کیا۔اس کا ضمیر اسے لعنت و ملامت کرنے لگتا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ اپنے ضمیر کو تھپک کر سلا دیتا۔اصل میں وہ اب زچ ہو گیا تھا سیما کے نخروں اور روز روز کے ان جھگڑوں سے۔کبھی کبھی اس کا دل کہتا سب کچھ چھوڑ کر چلا جائے لیکن پھر اپنے بیٹے مدثر کا خیال آجاتا تو سارے خیالات کو ترک کرنا پڑتا۔

****

"مہتاب تم کچھ کرتے کیوں نہیں۔آخر سمیر ایسے کیسے اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟سمیر نے گھر چھوڑنے کا اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر لیا وہ بھی اس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے؟"انیقہ بیگم چھکو پھکو روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

New Era Magazine

"بند کرو اپنی بکواس۔" وہ اتنی زور سے دھاڑے کہ انیقہ بیگم اور سیما اپنی جگہ اچھل کر رہ گئیں۔

"نکاح ہو چکا ہے اس سچائی کو تسلیم کرو اور مکافات عمل تو بھگتنا ہی تھا۔ جس طرح ہم نے کسی کی اولاد چھینی اسی طرح کسی اور نے ہم سے ہماری چھین لی۔" دکھ سے کہتے ہوئے انہوں نے انیقہ بیگم اور سیما پر نظر ڈالی۔ جن زخمی نگاہوں سے انہوں نے دیکھا تو ایک پل کے لیے وہ گڑبڑا گئیں۔

"ہماری اولاد نے بھی تو ایک ماں کا بیٹا اس سے دور کر دیا ہے۔ جو درد تم سہہ رہی ہو وہ اس ماں نے بھی سہا ہے پھر اس کی آہ تم تک کیسے نہ پہنچتی۔ ایک باپ کے کندھے ڈھلکے تھے تو میرے کیوں نہ ڈھلکتے۔ کاش ہم اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتے تو آج یہ دن دیکھنے کو نہ ملتے۔ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے دیکھ لو آج ہم اپنے کیے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ بڑا بیٹا تو ویسے ہی کب کا چھوڑ کے دوسرے ملک جا چکا ہے، اسے ہماری کوئی پرواہ نہیں اور اب چھوٹا بیٹا بھی ہمیں چھوڑ کر جا چکا ہے۔ بیٹی اپنی سسرال کے ہوتے

New Era Magazine

ہوئے یہاں ہماری دہلیز پہ بیٹھی ہے یہ سزا نہیں تو اور کیا ہے۔کاش ہم اپنی بیٹی کو صحیح غلط کا فرق واضح کر کے اسے اپنے گھر بھیج دیتے۔کاش کہ ہم بات کی تہہ تک جاتے تو یہ دن دیکھنے کو نہ ملتے۔"

ان کی بات پر انیقہ بیگم اور سیما شرمندہ سی نظر آ رہی تھیں۔اپنے آپ پر بیتتی ہے، جب ہمیں ٹھوکر لگتی ہے تب ہی ہم انسان سدھرتے ہیں۔انہیں بھی احساس ہو گیا تھا۔اب وہ زاہدہ بیگم اور اکرام انصاری سے معافی بھی مانگتے تو کس منہ سے مانگتے۔

سیما نادم سی بیٹھی نظریں چرا رہی تھی۔آج اپنے ماں باپ کی حالت دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اپنے شوہر اور سسرال والوں کے ساتھ کتنا غلط کر چکی ہے۔سیما نے یہاں آنے کی وجہ اپنے ماں باپ کو یہ بتائی تھی کہ اس کا سسرال میں جھگڑا ہو گیا ہے۔ وہ لوگ مراد اور اسے رکھنے کے لیے راضی نہیں ہیں اور وہ خود بھی اب وہاں رہنا نہیں چاہتی۔اس کی باتوں پر یقین کر کے مہتاب صاحب نے بہت بڑی غلطی کر دی تھی اب اس کا خمیازہ بھگت رہے تھے۔

آج کل ہمارے معاشرے میں جہاں بیٹی نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم ستم ہونے کا رونا رویا وہی ماں باپ بات کی گہرائی میں جائے بغیر بیٹیوں کو شہہ دیں دیتے ہیں کہ ہماری بیٹی ہم پر بھاری نہیں۔اب اس طرح آپ کی بیٹی گھر بسانے سے تو رہی۔اس سے تفصیلاً پوچھیں بات کی تہہ تک جائیں دونوں اطراف کی بات کو سنیں محض یک طرفہ بات سن کر اتنا بڑا فیصلہ نہ کریں۔باپ کی جسم میں جان ہے ہڈیوں میں طاقت ہے تب تک بیٹی کی ذمہ داری اٹھالے گا لیکن اس کے بعد کیا؟بیٹے ہیں تو آخر وہ کب تک بہن کو دیکھیں گے؟ان کے لیے بہن سے پہلے ان کی اولاد ان کی فیملی پہلی ترجیح ہوتی ہے۔اس دنیا میں ہر کوئی اپنی اپنی دیکھتا ہے،کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔بیٹیاں سسرال کے ہوتے ہوئے باپ کی دہلیز پر بیٹھی ہوئی اچھی نہیں لگتیں۔خدارا انہیں اپنے گھر بسانے کی تعلیم دیں میکہ بسانے کی نہیں۔

بیٹیوں کو چاہیے کہ غلط بیانی سے کام نہ لیں۔چاہے ہم جتنی ترکیبیں کر ڈالے،ایک نہ ایک دن سچ سامنے ضرور آتا ہے۔سچ ایسا آئینہ دکھاتا ہے کہ انسان اپنے آپ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں ہوتا۔

New Era Magazine

****

"ڈیڈی میں جب بڑا ہو جاؤں گا تو کیا میں بھی آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا۔آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا؟" مجدس کے کیے گئے سوال پر مراد نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔

"نہیں میرا بیٹا تم تو ہمیشہ میرے پاس رہو گے.... تم ایسے کیوں پوچھ رہے ہو؟" اس کا سر چومتے ہوئے اس نے مجدس کو اپنے قریب کیا۔

"آپ بھی تو دادا جان اور دادی کے پاس نہیں رہتے۔میں بھی پھر آپ کے پاس نہیں رہوں گا۔" اس کی بات پر مراد نے گھبرا کر اپنے بیٹے کو خود میں بھینچ لیا۔یوں جیسے اسے ڈر ہو وہ ابھی اسے چھوڑ کر چلا جائے گا۔اپنے بیٹے کے بغیر تو اس کی زندگی کا تصور ہی نہیں تھا۔وہ بھلا کیسے اس کے بنا رہ سکتا تھا۔اگر واقعی میں وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا تو؟؟ یہ سوچتے ہی اس کا دل گویا کٹ رہا تھا۔

ماں باپ کو اپنی اولاد کتنی پیاری کتنی عزیز ہوتی ہے۔اسے اپنی اولاد عزیز تھی تو اس کے ماں باپ کو بھی تو وہ کتنا عزیز تھا۔آج اسے اپنے والدین کے فریاد کناں چہرے نظر آ رہے تھے۔آہ ہ ہ!!!اس نے ان کا کتنا دل دکھایا تھا۔آج اس کے بیٹے کے صرف ایک جملے نے اسے اپنی کی گئی زیادتیوں اور نافرمانیوں کا احساس دلا دیا تھا۔

زندگی کی حقیقتیں،سچائیاں کبھی کبھی اس انداز میں عیاں ہوتی ہیں جو بہت ہی تلخ آمیز ہوتی ہیں۔وہ بھی آج اپنا محاسبہ کر رہا تھا۔اس کا بیٹا اور بھی کچھ کہہ رہا تھا لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

****

اکرام صاحب کی اچانک خراب ہونے والی طبیعت پر زاہدہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ملازمہ کے ذریعے انہوں نے مراد کو فون ملایا تھا لیکن وہ اٹھا نہیں رہا تھا پھر

New Era Magazine

انہوں نے پارس کو ملایا۔ساری بات سنتے ہی وہ زوہیب کے ہمراہ پہلی فرصت میں وہاں پہنچی تھی۔

ان کی حالات کو دیکھتے ہوئے زوہیب نے انہیں ہاسپٹل لے جانا چاہا تو انہوں نے منع کر دیا۔ان کے قریب ہی بستر پر پارس بیٹھی ان کے ہاتھ سہلا رہی تھی۔

"پا...ر...س!!!"بہت ہی دھیمی آواز میں انہوں نے پکارا۔

"آج...وعدہ کرو....تم...اپنی آنے والی....اولاد کو خوب پڑھاؤ گی...اس کے ذریعے اپنے ہر خواب کی تعبیر مکمل کرو گی...وعدہ کرو میری بچی....."اٹکتی آواز میں وہ اس سے وعدہ لے رہے تھے۔

"ابا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کچھ نہ بولیں۔"پارس نے روتے ہوئے انہیں خاموش کروانا چاہا۔

"نہیں...میں بس کچھ وقت کا مہمان ہوں۔وعدہ....کرو....."ان کی سانسیں اکھڑنے لگی تھی۔زاہدہ بیگم الگ روئے جا رہی تھیں۔

"آپ...آپ کو کچھ نہیں ہو گا ابا!!!"

"وعدہ کرو....."

"میں....میں وعدہ کرتی ہوں ابا..."اس کے جواب پر وہ ہولے سے مسکرا دیے تھے۔

"مراد....ن...نہیں...آیا؟؟؟؟"ان کی نظری دروازے کی طرف اٹھی تھیں۔ زاہدہ کے رونے میں اور زیادہ شدت سے روانی آگئی تھی۔

New Era Magazine

"بھیاآرہے ہیں ابا۔"اس نے مصلحتاً جھوٹ سے کام لیا۔وہ کب سے اس کا نمبر ملا رہی تھی لیکن وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔

زو...ہیب..."انھوں نے پاس کھڑے زوہیب کو اشارے سے اپنی جانب بلایا تو وہ آگے بڑھا۔

"پارس....کا بہت...خیال....رکھنا..."

"جی انکل...آپ ہاسپٹل چلیں پلیز۔آپ کی حالت ٹھیک نہیں۔"ان کی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو رہا تھا۔

"زاہدہ....اپنا...خیال...رکھنا..."بے اختیار ان کا ہاتھ اپنے سینے پر گیا تھا انہوں نے ایک آخری ہچکی لی اور اپنی آنکھیں موند لیں۔وہ تینوں اپنی جگہ شاک سے رہ گئے۔ دونوں ماں بیٹی کا رو رو کر برا حال تھا زوہیب انہیں آخر تسلیاں دیتا بھی تو کتنی دیتا۔

اس بار دل کا دورہ اتنا شدید اور زور آور تھا کہ وہ جاں بحق ہو گئے۔ان کا انتظار ہی رہا مراد ان کے آخری وقت بھی ان کے پاس نہ آیا تھا۔

****

سیما کمرے میں داخل ہوئی تو مراد اسے بہت پریشان نظر آیا جو آنکھیں موندیں بیڈ پر لیٹا تھا۔پاس ہی مجدس اپنے کھلونوں سے کھیلنے میں مصروف تھا۔جب سے اسے احساس ہوا تھا تب سے اس نے مراد کے ساتھ جھگڑنا بالکل بند کر دیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آتا تھا کن الفاظ میں مراد سے معافی مانگے۔اس کی حالت پر اب اسے رحم آنے لگا تھا۔وہ اس کے چہرے پر نظریں مرکوز کیے اپنے خیالات میں گم تھی جب مراد کا فون بج اٹھا لیکن پھر بھی وہ ہلا تک نہیں۔فون بند ہو کر دوبارہ بجا تھا اب سیما کو تشویش لاحق ہوئی۔وہ مراد کی طرف بڑھی۔

New Era Magazine

"مراد.... مراد!!!"اسے ہلا کر اس نے متوجہ کیا۔

"ہاں!!!"سیما کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولی۔

"کیا ہوا ہے؟؟فون کیوں نہیں اٹھا رہے ہو کب سے بج رہا ہے۔"اس کے کہنے پر وہ اٹھ بیٹھا اور فون کی طرف دیکھا جہاں پارس کا نام جھلملا رہا تھا۔ایک لمحے کی تاخیر کیے بنا اس نے بیتابی سے فون اٹھایا۔

"بھیا.... بھیا...!!!"پارس کی روتی بلند آواز پر وہ انجانے خدشے کا شکار ہوا تھا۔

"ک... کیا ہوا پارس کچھ بولتی کیوں نہیں ہو.. رو کیوں رہی ہو؟"بے تابانہ انداز میں کہتا وہ قابل رحم لگ رہا تھا۔سیما نے آگے بڑھ کر اسے تھاما۔

"بھیا....ابا...اباہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔"آنسوؤں سے بھری آواز میں وہ گویا ہوئی۔وہ گرنے کے سے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گیاموبائل ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔

"کیاہوامراد؟"سیماب نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"مجھے معافی کاایک آخری موقع بھی نہ مل سکا۔اباچلے گئے مجھ سے ناراض ہو کر۔وہ نہیں رہے سیماوہ نہیں رہے۔"پھوٹ پھوٹ کر روتاوہ اس کے کندھے پر سر ٹکا گیا تھا۔سیما کی بھی آنکھوں سے آنسوؤں کا ریلا سابہہ رہاتھا۔آنسوؤں کے سواکچھ بھی نہ بچاتھامعافی تلافی کی گنجائش بھی نہیں۔

****

تدفین کر دی گئی تھی۔مراد تواپنے آپ سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہاتھا۔کافی دیر تک وہ اکرام انصاری کی قبر کے قریب بیٹھارہا۔رورو کر اس کی آنکھیں سوجھ

گئی تھی۔ مراد کا سویا ضمیر اس وقت جاگا تھا جب اس کا باپ ابدی نیند سو گیا تھا۔ اس وقت اس کے پاس پچھتاوں کو سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ بات اس کی زندگی میں ایک پھانس کی طرح ہمیشہ رہنے والی تھی کہ وہ اپنے باپ سے اپنی نافرمانیوں کی معافی بھی نہ مانگ سکا۔

زوہیب کو اس کی حالت قابل رحم لگی تھی۔ اس نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"مراد گھر چلو۔" اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور اٹھ کر زوہیب کے گلے لگ گیا۔

"میں بہت برا ہوں زوہیب بہت برا۔" اس کے بھیگے لہجے پر زوہیب کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

"حوصلہ کرو۔"اس کی پیٹھ تھپتھپاتے وہ اسے قبرستان کے باہر لے آیا تھا۔

****

پورے گھر میں عجیب سی سوگوار فضا طاری تھی۔رشتے دار جا چکے تھے کچھ اب بھی موجود تھے۔جمال شاہ،نزہت بیگم،مہتاب صاحب اور انیقہ بیگم بھی وہیں موجود تھے۔مراد،زوہیب کے ہمراہ اندر داخل ہوا تھا۔قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔پارس شل سی بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں ٹکائے بیٹھی تھی۔ایک کونے میں اس کی ماں اپنے نحیف وجود کے ساتھ سیما کے ساتھ نظر آئیں۔

وہ چلتا ہوا اپنی ماں کے پاس آ بیٹھا اور ان کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا لیے۔

"میں جانتا ہوں میں معافی کے لائق نہیں ہوں۔میں بہت برا ہوں اماں۔میں نے آپ لوگوں کو بہت دکھ دیے ہیں۔مجھے معاف کردو اماں۔"بھرائی آواز میں کہتا وہ ضبط سے گزر رہا تھا۔

"مراد۔۔۔۔"بیٹے کا سہارا ملتے ہی زاہدہ پھر روتی گئی تھی۔وہاں موجود ہر آنکھ آبدیدہ ہوگئی تھی۔انہیں خاموش کرواتا وہ پارس کی طرف بڑھا تھا۔

"بھیا...آپ...آپ نے بہت دیر کردی!!!ابا نے آپ کا بہت انتظار کیا۔ان کی نظریں دروازے پر ہی ٹکی تھیں۔کاش بھیا آپ....."اس سے الفاظ ادا نہیں ہورہے تھے۔

"مجھے معاف کردو پارس۔"پارس کا سر مراد نے اپنے سینے سے لگالیا تھا۔وہ ایک بار پھر بلک بلک کر رودی تھی۔

New Era Magazine

****

زاہدہ بیگم کو ابھی پارس کی ضرورت تھی کچھ پارس کی حالت بھی کمزور ہوتی جا رہی تھی۔وہ تو اپنے ہوش ہی گنوا بیٹھی تھی۔یہ سب اس کے لیے بہت اچانک تھا۔یہاں اپنی ماں کے نزدیک رہ کر اس کا دل تھوڑا پر سکون رہتا اسی وجہ سے زوہیب نے بھی یہ ہی بہتر سمجھا تھا کہ پارس کچھ دنوں کے لیے یہیں قیام کر لے۔روزانہ وہ اس کی طبیعت کو لے کر اسے ہدایات فراہم کرتا رہتا تھا۔

****

اداس سی شام اپنے پر پھیلائے ہوئے تھی، صحن میں بیٹھا مراد ماضی کے جھروکوں میں گم تھا۔اب تو اداسی نے تو جیسے اس گھر کے در و بام کو جکڑ لیا تھا۔اسی صحن میں اپنے باپ کے ساتھ گزرا ہر لمحہ اسے کسی فلم کی طرح چلتا نظر آ رہا تھا۔کبھی اس کا باپ اسے کندھے پر اٹھائے نظر آتا تو کبھی پیٹھ پر۔اسے وہ منظر بھی یاد آیا جب وہ میٹرک میں

پاس ہوا تھا تو اس کے باپ نے پورے محلے میں مٹھائی تقسیم کی تھی۔ کتنا خوش ہوتا تھا اس کا باپ اس کی کامیابیوں پر۔

"مراد دیکھنا میرے بیٹے تم ایک دن بہت بڑے آدمی بنو گے۔" اکرام انصاری کی آواز اس کی سماعت کے پردوں پر سنائی دی تھی۔

"بھیا انہیں آپ کی، آپ کی محبت اور توجہ کی ضرورت ہے۔ کہیں یہ نہ ہو جب آپ کے پاس ان کے لیے وقت ہو تب وہ آپ کے پاس موجود نہ ہوں۔" پارس کی آواز آس پاس گونجی۔

اس کی آنکھیں جل اٹھیں۔ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے تر ہے۔ اپنے ہی ہاتھوں کیا کر دیا تھا اس نے۔ ان کے سارے خوابوں کو مسمار کر دیا تھا اس نے۔ وہ ایک اچھا بیٹا نہیں بن سکا تھا۔ صحیح کہا تھا پارس نے آج اس کے پاس وقت تھا لیکن وہ اس کے پاس موجود نہیں تھے۔ کاش وقت کا پہیہ ایک بار الٹا گھوم جاتا تو وہ اپنے

کیے کی معافی مانگ سکتا۔ کاش وہ کوئی ازالہ کر سکتا۔ لیکن اب یہ کاش لفظ کاش ہی رہنا تھا۔ تھک کر اس نے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔

"مراد... آئی ایم سوری..." سیما کی آواز پر اس نے اپنی تھکن زدہ آنکھیں کھولیں اور سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں نے تمہارے گھر والوں سے تمہیں الگ کیا۔ ان کے خلاف تمہارے کان بھرتی رہی۔ تمہارے گھر کو میں نے اپنا گھر سمجھا ہی نہیں۔ ہر وقت سب کے خلوص اور نیک نیتی پر شک کرتی رہی۔" نم آواز میں وہ خود اپنے جرم کا اعتراف اپنے منہ سے کر رہی تھی۔

"میں تمہیں کیا معاف کروں گا سیما۔ میں خود اپنے آپ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا۔ میں اگر واقعی اپنے والدین سے سچی محبت کرتا تو ان کو کبھی تنہا نہ چھوڑتا۔"

New Era Magazine

شکست زدہ لہجے میں کہتا وہ اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔وہ اس کی پشت کو دھندلی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔اگر بے چین مراد تھا تو وہ بھی چین سے نہیں تھی۔

انسان کو اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کا موقع ملے تو کر لینا چاہیے ورنہ افسوس اور پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔مراد کے پاس بھی صرف افسوس اور پچھتاوے رہ گئے تھے۔

****

مراد اب کافی کمزور ہو گیا تھا۔جو اکڑ اس کی طبیعت میں پہلے ہوتی تھی وہ اب نہیں رہی تھی۔اپنے باپ کی موت کے بعد سے وہ یکسر بدل گیا تھا۔اب زاہدہ کو وقت دینے لگا تھا۔باپ کو تو وہ ناراض کر چکا تھا۔معافی بھی نہ مانگ سکا تھا لیکن اب سچے دل سے وہ اپنی ماں کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اولاد کے بارہا دل دکھانے پر بھی معاف کرنے کا ظرف رکھتی ہے۔زاہدہ نے بھی اسے معاف کر دیا تھا۔وہ سب

کچھ بھلانے کی کوشش کر رہی تھی اور ابھی اس میں وقت درکار تھا۔ مراد اکثر سوچتا ماں تو وسیع محبت کا مظاہرہ کر کے معاف کر دیتی ہے اس کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے وہ اگر راضی ہو تو جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی لیکن باپ تو جنت کا دروازہ ہے وہ ہی راضی نہ رہا وہ ہی منہ موڑ لے گا تو تمام دروازے ہمارے منہ پر بند کر دیے جائیں گے۔ وہ بھی تو گنہگار تھا، ماں باپ کا نافرمان۔ اس کے ساتھ آخرت میں کیا ہو گا؟ یہ سوال اس کے رونگٹے کھڑے کر دیتا تھا۔ اس کا ضمیر ہر وقت اسے کچوکے لگاتا رہتا، آدھی رات کو وہ بے چین ہو کر اٹھ جاتا تھا پھر رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا۔ اپنی کوتاہیوں کی رب سے معافی مانگتے رہتا۔

****

"آنٹی مجھے معاف کر دیں پلیز۔ میں نے آپ سب کو بہت دکھ دیے ہیں۔ میں... میں معافی کے لائق نہیں ہوں۔" ضبط سے بوجھل اور آنسوؤں بھری آنکھوں سے سیما ان کے دونوں ہاتھ تھامے التجا کر رہی تھی۔

New Era Magazine

"سیما میں نے تمہیں کل بھی اپنی بیٹی مانا تھا اور آج بھی اپنی بیٹی مانتی ہوں۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ تم اپنے کیے پر نادم ہو تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے تو پھر میں معاف نہ کرنے والی کون ہوتی ہوں۔ ہمیشہ خوش رہو۔" انہوں نے پیار سے کہہ کر سیما کو اپنے گلے لگا لیا تو وہ پھر سسک پڑی تھی ان سے الگ ہو کر پارس کی جانب بڑھی۔

"پارس تم اب مجھ سے ناراض تو نہیں ہو ناں۔"

"بھابھی مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔ مجھے ایک بھابھی کے ساتھ ساتھ ایک بہن کی ضرورت ہے بولیں بنے گی ناں آپ میری بہن؟" ساری کدورت مٹا کر پارس نے سیما کو نم آنکھوں سے دیکھا تو وہ بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔

جانے والی جان جا چکی تھی اب دل میں عداوت رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بہت ہی وسیع دل کے ساتھ سب نے مراد اور سیما کو معاف کر دیا تھا۔ ان وسیع القلب لوگوں کی محبت پر سیما اپنے کیے پر مزید نادم ہو گئی تھی۔

****

دن بادن پارس کی گرتی حالت کے پیشِ نظر زاہدہ نے اسے اس کے سسرال بھیجنے کا ارادہ کرلیا تھا۔یہاں رہ کر وہ کبھی بھی ماضی سے نکل نہ پاتی۔اس کے وجود میں کسی اور کی امانت پل رہی تھی اور زاہدہ کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔اسی لیے انہوں نے زوہیب کو بلایا تھا۔وہ اس وقت بڑے کمرے میں ہی بیٹھا اس کا انتظار کررہا تھا۔ جب وہ آئی تو اس کے چہرے کے دیکھ کر زوہیب کے دل کو کچھ ہوا تھا۔کیا حالت کرلی تھی اس نے اپنی۔آنکھوں کے گرد سیاہ ہلکے،کملاہوا زرد چہرہ۔کتنی کمزور ہوگئی تھی وہ۔

مراد شرمندہ سا پارس کے مقابل آکھڑا ہوا۔وہ اس کا مقابلہ کرنے کی خود ہمت نہیں پا رہا تھا۔آخر کس منہ سے اس کے سامنے کھڑا ہوتا،وہ اسے کتنا سمجھاتی تھی۔کتنے واسطے دیا کرتی تھی لیکن اس نے پارس کی ایک بھی بات نہ مانی تھی اور اب خسارے میں خود رہا تھا۔

"تمہارے لفظوں کی سمجھ مجھے بہت دیر سے آئی پارس۔میں نے بڑی دیر کر دی۔" ندامت ہی ندامت تھی اس کے لہجے میں۔پارس نے کچھ نہیں کہا۔مراد کو کہنے کے لیے اس کے پاس لفظ نہیں تھے یا اس کا نادم چہرہ دیکھ کر وہ کچھ بولنا نہیں چاہ رہی تھی پتہ نہیں کیا تھا اس نے ایک لفظ نہیں کہا تھا۔

مراد نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا تو وہ اس کے سینے سے لگی پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

بڑی مشکل سے اسے چپ کروا کر زوہیب اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

****

New Era Magazine

پارس ہر وقت خلاؤں میں گھورتی رہتی کوئی اس سے کچھ پوچھتا تو بس ہاں یا ہوں میں جواب دیتی۔وہ تو جیسے بالکل کٹ کر رہ گئی تھی۔اس کے ساس سسر بھی اس کی خوب دل جوئی کرتے۔اس کا بہت خیال رکھتے۔اس بی پی بار بار شوٹ کر جاتا تھا زوہیب تو پریشان ہو جاتا تھا،اب اپنا زیادہ تر وقت اسے ہی دیتا۔اس کی ہر روٹین کا خیال رکھتا۔یہ سب دیکھ کر پارس کی آنکھیں بھیگ جاتی تھی۔کتنی پریشان کر رہی تھی وہ ان سب کو۔ بالآخر سب کچھ بھول کر اس نے زندگی کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔وہ اپنے سے منسلک رشتوں کو اب اور دکھی،پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

****

"کیا ہوا اتنی چپ کیوں ہو؟"اُسے خاموش اپنی سوچوں میں گم دیکھ کر زوہیب نے پوچھا۔

New Era Magazine

"یہ زندگی مجھے بہت مشکل لگنے لگی ہے۔۔آپ سے جدائی کا دھڑکا سا۔۔۔ڈر سا لگا رہتا ہے۔ سوچتی ہوں آپ کی امیدوں پر پوری بھی اُترتی ہوں یا نہیں۔۔۔میں آپ کے لائق نہیں تھی۔۔۔ کبھی کبھی سمجھ نہیں آتا زندگی مجھے جی رہی ہے یا میں زندگی کو۔" وہ اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت میں تھی۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر لفظ ادا کر رہی تھی۔ زوہیب فکرمندی سے آگے بڑھا تھا اور اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا۔

"کیوں ابہام کا شکار ہوتی ہو؟ میں تمہیں کبھی خود سے جدا تھوڑے ہی کروں گا۔ تم ہی تھی جو میرے ہر دکھ اور ہر پریشانی میں میرے شانہ باشانہ میری ڈھارس میری ہمت بڑھانے کو میرے ساتھ تھی۔ یقین مانو پارس آج زوہیب شاہ جو بھی ہے صرف اور صرف تمہاری وجہ سے ہے۔" وہ چند ثانیے رکا تھا پھر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اُن آنکھوں میں پارس کے لیے محبت ہی محبت تھی، جسے پارس جھٹلا نہیں سکتی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اُس نے اپنی بات آگے جاری رکھی تھی۔

New Era Magazine

"امیدوں کی بات کیوں کرتی ہو... میری بات غور سے سننا...دو ہمسفر جب بے جا امیدوں کا پل باندھنے لگے ناں تو زندگی نے کٹھن اور مشکل ہونا ہی ہے....اور میں وہ شوہر نہیں ہوں جو بیوی پر صرف اپنی مرضی مسلط کرتا ہے... تم جیسی بھی ہو میری ہو میری محبت ہو... میری بیوی ہو۔... میری ہمسفر ہو...اور تم اسی طرح مجھے قبول ہو۔ تم میرے لیے بہت قیمتی ہو پارس....میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ میرا مقدر تم ہو... میری زندگی میں تمہیں ہی آنا تھا...اللہ اُسے ہی ہمارا ہمسفر بناتا ہے جسے اُس نے ہمارے نصیب میں لکھا ہوتا ہے... میرے نصیب کا لکھا تم تھی، سچائی کو تسلیم کرو زندگی آسان ہو جائے گی۔"

اتنی گہری بات وہ اُسے اتنی آسانی اور محبت سے سمجھا گیا تھا۔وہ یک ٹک اُسے سانس روکے دیکھے گئی۔وہ اپنے رب کی دی گئی نعمتوں کا جتنا شکرادا کرتی کم تھا۔ایک آنسو ٹوٹ کر اُس کے گالوں پر گرا تھا۔اُس آنسو کو زوہیب نے نفی میں سر ہلا کر اپنے پوروں پر چنا تھا۔وہ مسکرادی تھی ایک آسودہ سی مسکراہٹ۔

زوہیب نے عقیدت سے اس کے ماتھے کو چوما، اتنی عقیدت پر پارس کا دل پھر بھر آیا تھا۔

تیرے ماتھے پر میرا نصیب لکھا ہے

جی چاہتا ہے، اپنا نصیب چوم لوں

"اتنی ساری اچھائیاں اور خوبیاں تمہارے شوہر میں ہیں، کیا تم مجھے اب تک نہیں سمجھی؟" شرارت سے اُسے دیکھ کر اپنے لبوں پر در آنے والی مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے اُس نے پارس کو خود سے قریب کیا۔

"آں۔۔ نہیں۔۔" گڑبڑا کر اُس نے نظریں جھکا لیں۔

"کیا؟؟ تم مجھے نہیں سمجھی؟؟" مسکراہٹ دبا کر اُس نے اُسے مزید تنگ کرنا چاہا۔

New Era Magazine

"م... میرا مطلب ہے ہاں..."اُس کی ناراضگی کے خوف سے اُس نے ہڑبڑا کر کہا۔

"اچھا۔۔چلو تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔"معصومیت سے اُس نے آنکھیں پٹپٹائی۔

"تو بتاؤ پھر کتنا جانتی ہو۔"وہ اب شوخ ہو رہا تھا۔

"یہ بات بتانے کی تھوڑی ہوتی ہے۔"اُس کی شرارت کو سمجھتے ہوئے اُس نے بھی اُسی کا انداز اپنایا۔

"واہ۔۔چالاک ہوتی جارہی ہو۔"

New Era Magazine

"آپ کی ہی صحبت کا اثر ہے۔"اُس کی بات پر وہ قہقہ لگا کر ہنس دیا تھا جس میں پارس کی ہنسی بھی شامل تھی۔یہ اعتماد اُس میں زوہیب کی وجہ سے ہی تو تھا۔یہ مان زوہیب کا ہی تو بخشا ہوا تھا۔زوہیب کے ساتھ سے پارس کو اپنی زندگی مکمل لگنے لگی تھی۔

****

پارس نے ایک بہت ہی خوبصورت بیٹی کو جنم دیا تھا۔وہ ہو بہو پارس کی کاپی تھی۔نہایت ہی احتیاط سے زوہیب نے اسے بے بی کاٹ سے نکالا۔بچی کے پھولے پھولے گلابی گالوں کو زوہیب بار بار چومتا تو وہ کسمسا کر اپنا منہ چھپانے کی کوشش کرتی۔پارس یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتے مسکرائے جارہی تھی۔اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھائے وہ پارس کے قریب آیا تھا۔

New Era Magazine

"آج تم نے مجھے غنی کر دیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میری پہلی اولاد بیٹی ہے۔" محبت سے اس نے پارس کے ماتھے کو چوما تو اس نے اطمینان سے اپنی آنکھیں موند لیں۔

"ویسے اتنی دیر سے کیا دیکھ رہی تھی تم۔" پارس کو دیکھتے ہوئے اس نے سوال کیا مطلب وہ اتنا بھی بے خبر نہیں تھا۔

"کچھ نہیں بس باپ بیٹی کے محبت بھرے مظاہرے دیکھ رہی تھی۔" اس نے محبت سے کہا۔

"میری بیٹی تو میری جان ہے۔" مسکراتے ہوئے اس نے ننھی سی پری کو چوما۔ "اور میری جان کی مما میری کل کائنات ہے۔" اس کے اظہار پر پارس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے تھے۔

New Era Magazine

****

سات سال بعد

پارس!!! میں دیکھ رہا ہوں۔ تم آج کل مجھ پر دھیان نہیں دے رہی ہو۔"زوہیب کی خفاسی آواز پر اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"مطلب؟؟؟اب کیا غلطی ہو گئی مجھ سے؟"وہ کمر پر ہاتھ رکھے اس کے قریب آئی۔

"یہی کہ تم آج کل مجھے ٹائم نہیں دیتی۔"پارس کے پوچھنے کا انداز اتنا پیارا تھا کہ وہ مزید اس کے قریب آگیا۔

"دیکھیں۔آپ۔۔۔آپ دور رہ کر بات کریں۔"وہ گڑبڑا کر پیچھے ہوئی۔

"تم مجھے ناراض کر رہی ہو پھر غصہ ہوا تو بولنا مت۔"مصنوعی خفگی سے گھورتے ہوئے قدم اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔

"شاہ!!!!"وہ بیچارگی سے بولی۔

"جی جان شاہ!!!!"قریب ہو کر اس نے اس کی کمر کے گرد اپنے بازوں حمائل کیے اور جھک کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔

"پاپا!!!"آئینہ کی آواز پر وہ دونوں ہڑبڑا کر ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔شرم کے مارے پارس کے عارض لال ہو رہے تھے۔

"پاپا جب آپ مما کو کس(kiss)کرتے ہیں تب وہ کتنا شرماتی ہیں ناں!!!"اس کی بات پر وہ دونوں ہی حیران ہوئے تھے۔جہاں پارس نے اسے گھور کر دیکھا تھا،وہیں زوہیب بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"آئینہ یہ اچھی بات نہیں ہے بیٹا۔ایسے نہیں بولتے اور آتے وقت دروازہ ناک کرتے ہے ناں۔" پارس نے محبت سے اسے سمجھانا چاہا۔

"اوہ!!! سوری مما اب آئینہ ایسا بالکل بھی نہیں کرے گی۔" اچھے بچوں کی طرح آئینہ نے معصومیت سے اپنی آنکھیں جھپکائی تھیں۔پارس نے محبت سے اس کا ایک گال چوما تو دوسرا گال آئینہ نے خود زوہیب کے آگے کر دیا۔زوہیب نے جھک کر اس کے دوسرے گال پر پیار کیا۔

"لو ویو مما اینڈ پاپا۔"

آئینہ کی عادت تھی جب زوہیب یا پارس میں سے کوئی ایک اسے پیار کرتا تو وہ جھٹ سے اپنا دوسرا گال دوسرے کے سامنے کر دیا کرتی تھی۔

New Era Magazine

"چلواب جاؤناشتے کی ٹیبل پر مما پاپا بھی آرہے ہیں۔اسکول کے لیے دیر ہورہی ہے ناں۔"

"اوکے مما!!!" کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

"یہ سب کیا ہے شاہ؟؟بچی پراس سب کا کتنا غلط اثر پڑ سکتا ہے،کیا آپ جانتے نہیں؟" اس کا ارادہ اب زوہیب کی کلاس لینے کا تھا۔

"یار مجھے کیا پتہ تھا وہ آجائے گی۔سوری بیگم صاحبہ آئندہ سے خیال رکھوں گا۔" اس کے معصومیت سے کہنے پر پارس کو ہنسی تو بہت آئی لیکن اپنی ہنسی کو دباتی اسے مصنوعی گھوری سے نواز کر وہ باہر کی جانب بڑھ گئی۔

****

New Era Magazine

وہ دونوں باپ بیٹی صبح صبح اسے اتنا گھن چکر بنا دیتے تھے۔زوہیب کی آفس کی تیاری، آئینہ کے اسکول کی تیاری اس پر متضاد روز ناشتے میں دونوں باپ بیٹی کی نت نئی فرمائشیں ہوتی تھیں۔

"تم دونوں باپ بیٹی ناں کسی ملازمہ کا انتظام کر لوں۔روز روز کوئی نہ کوئی نئی فرمائش ہوتی ہے دونوں کی۔"

"مما جو مزا آپ کے ہاتھوں کے کھانے میں ہے وہ کسی ملازمہ کے کھانوں میں کیوں آئے گا؟؟ کیوں پاپا؟"اس نے زوہیب سے بھی تائید چاہی اور اپنے دادا اور دادی کو دیکھ کر اپنی ایک آنکھ کا کونا دبایا۔وہ تینوں ہی مسکرا دیے تھے۔پارس کا ان سب پر دھیان نہیں تھا۔

New Era Magazine

"بالکل۔۔ٹھیک کہہ رہی ہے میری بیٹی!!"زوہیب جو چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا اپنی بیٹی کی بات پر اس نے زور شور سے اپنی گردن ہلائی تو پارس نے گھور کر اسے دیکھا۔

Mama!! then why do you make such "
"?delicious food

آئینہ کے کہنے پر پارس نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔انگلش اس کے خاک پلے پڑتی تھی جو وہ سمجھتی۔

"یہ کہہ رہی ہے کہ پھر تم اتنا لذیذ کھانا کیوں بناتی ہو؟"زوہیب نے اسے ٹرانسلیٹ کر کے بتایا تو اس نے پھر دونوں باپ بیٹی کو گھوری سے نوازا۔

New Era Magazine

"یہ تم دونوں باپ بیٹی اپنی انگلش کا رعب مت جھاڑا کروں یہاں سمجھیں۔" دونوں باپ بیٹی نے نیچی گردن کر کے اثبات میں سر ہلا یا تھا۔

".Ohhh!! Mama you look so cute in anger"

آئینہ کی زبان پھر چلنے لگی۔

"آئینہ!!!!" پارس نے اسے تنبیہہ کی۔

"اوپسس مما سوری!!! میں تو یہ بول رہی تھی کہ آپ غصے میں بہت خوبصورت لگتی ہیں۔" اس نے کہہ کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

"جی آپ کی مما کو پتہ ہے کہ وہ غصے میں بہت خوبصورت لگتی ہیں۔ آپ باتیں کم کیجیے فی الحال ناشتہ جلدی ختم کریں۔" پارس کرسی گھسیٹ کر اس کے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

New Era Magazine

زوہیب کے اشارہ کرنے پر آئینہ اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔بظاہر وہ دونوں باپ بیٹی اب سنجیدہ تھے لیکن اس وقت پارس کے ڈر سے اپنی سنجیدگی میں وہ اپنی ہنسی کو چھپا رہے تھے۔

****

آئینہ ایک نہایت ہی ذہین بچی تھی۔زوہیب اور پارس کی آنکھوں کا تارا، دادا دادی کی لاڈلی۔زوہیب اس کی ہر خواہش پوری کیا کرتا، وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا۔اس کی تربیت بھی پارس اپنی طرف سے بہت اچھے طریقے سے کر رہی تھی۔وہ بہت سمجھدار تھی ہر بات کو بہت اچھے سے سمجھتی تھی۔بچوں کی طرح ہنسی مذاق اور بے فکری کے ساتھ ساتھ سنجیدگی کا عنصر بھی اس میں شامل تھا۔جب بھی کوئی اس سے پوچھتا آئینہ بیٹا آپ بڑی ہو کر کیا بنوں گی تو وہ کہتی میں سب سے پہلے ایک اچھی انسان بنوں گی پھر ایک کامیاب اور مشہور ڈاکٹر بنوں گی۔لوگ اتنی سی بچی کے منہ سے اتنی گہری بات

سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ پارس کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

"مما آپ اتنی لمبی لمبی دعائیں کیا کرتی ہیں۔آپ میرے لیے اللہ تعالی سے کیا مانگتی ہیں؟"آئینہ نے پارس سے سوال کیا تو وہ جو ابھی جائے نماز پر بیٹھی دعا مانگنے کے بعد اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر رہی تھی اس کے معصوم سے سوال پر مسکرا دی اور اس کے چہرے پر پھونک ماری۔

"میں یہ دعا کرتی ہوں کہ میری بیٹی کا نصیب اچھا ہو اور اللہ تعالی اس کو ڈھیر ساری خوشیاں اور کامیابیاں عطا کرے۔"

"تو پھر مما مجھے بھی اللہ تعالی سے یہ ہی دعا کرنی چاہیے؟"اس نے اپنے دونوں گالوں پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے پوچھا تو پارس کو اس پر بے ساختہ پیار آیا۔اس نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس کے گال چوم لیے۔

New Era Magazine

"بالکل !!!! یہ ہی دعا کرنی چاہیے اور پھر اللہ تعالیٰ بچوں کی دعا تو بہت جلدی سنتا ہے۔
"

"اللہ تعالیٰ سچ میں میری دعا سنے گا؟"

"کیوں نہیں سنے گا۔ ضرور سنے گا بس ہم نے دل سے دعا کرنی چاہیے۔ ہمیں اللہ سے سچے دل سے مانگنا چاہیے وہ ضرور عطا کرتا ہے۔" آئینہ نے ہولے سے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا تھا جیسے ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔

****

"آئینہ آپ جانتی ہیں, آپ کے پاپا نے آپ کا نام آئینہ کیوں رکھا تھا؟" زوہیب کے سوال پر اُس کی گود میں چڑھ کر بیٹھی ہوئی آئینہ نے نفی میں اپنے سر کو دائیں بائیں

New Era Magazine

جنبش دی تھی۔اُس کے انداز پر زوہیب کو بے اختیار پیار آیا تھا اُس نے نرمی سے اُس کے گالوں پر بوسہ دیا تھا۔

"کیوں کہ آپ کے پاپا، آپ میں آپ کی مما کو دیکھتے ہیں۔پرامس کیجئیے آپ اس آئینے کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیں گی۔"اُس نے اپنی چوڑی ہتھیلی آگے پھیلائی تھی۔

"آئی پرامس!!"اُس کی ہتھیلی پر اُس نے اپنا ننھا سا ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا تھا۔

"کیا آپ کو میری بات کا مطلب سمجھ میں آیا؟"

"یس پاپا!!!میں نے ایسے ہی وعدہ تو نہیں کر لیا۔"اُس کے منہ بنا کر کہنے پر وہ ہنس دیا تھا۔

"تو پھر بتائیں کیا سمجھا آپ نے؟"

New Era Magazine

"پاپا۔مجھے صحیح سے ایکسپلین کرنے نہیں آرہاناں آپ ہی بتادیں۔"معصومیت سی معصومیت تھی۔اُس کی چالاکی کوزوہیب سمجھ گیا تھا۔

"پاپاچاہتے ہیں کہ آپ کی مما میں جواچھائیاں اور خوبیاں ہیں وہ آپ میں بھی ہوں۔آپ کو اپنی شخصیت کو اس طرح بنانا ہے جس پر ایک مثال قائم ہو اور آپ کی یہ شخصیت ہمیشہ برقرار رہے۔"اپنادوسرامضبوط ہاتھ زوہیب نے اُس کے چھوٹے سے ہاتھ پر رکھا تھاجو اُس کی مضبوط ہتھیلی پر تھا۔باہر دروازے کے قریب کھڑی پارس جو کب سے اُن باپ بیٹی کی باتیں سن رہی تھی نم آنکھوں سمیت مسکرادی تھی۔

"پکاوالاپرومیس پاپا!!آئینہ کبھی بھی اپنے آپ کو ٹوٹنے نہیں دے گی۔"اُس نے اپنا دوسرانھاہاتھ زوہیب کی ہاتھ کی پشت پر رکھا تھا۔

"پاپا آپ مما سے بہت محبت کرتے ہیں ناں؟" اُس کے اچانک سوال پر وہ حیران ہوا تھا۔ حیران تو پارس بھی ہوئی تھی۔ آئینہ کو سرزنش کرنے کے خیال سے سرعت سے وہ دروازے میں آ کھڑی ہوئی تھی۔ زوہیب پارس کو دیکھ کر مسکرایا پھر پارس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے اُسے منع کر کے آئینہ سے مخاطب ہوا۔

"ہاں بہت زیادہ محبت کرتے ہیں آپ کے پاپا آپ کی مما سے۔" پارس کے چہرے کو اپنی نظروں کی زد میں لیے اُس نے کہا۔ پارس کا چہرہ شرم کے مارے لال ہو رہا تھا۔ اپنی پشت دروازے کی طرف ہونے کی وجہ سے آئینہ اب تک پارس کو دیکھ نہیں پائی تھی۔

"آئینہ بیٹا جائیں۔ آپ کی نوڈلز تیار ہو گئی ہے۔ آپ کی دادی نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے۔" پارس کی آواز پر وہ اچھل کر زوہیب کی گود سے نیچے اتری۔

New Era Magazine

"اوہ ریلی مما؟؟؟ تھینک یو تھینک یو سو مچ مما!!!!" دوڑ کر وہ باہر کی جانب بھاگی تھی۔

زوہیب کے اشارے پر بلانے سے پارس سہج سہج چلتی ہوئی قریب آئی اور چائے کی ٹرے ٹیبل پر رکھ اُس کے قریب ہی صوفے پر ٹک گئی۔

"شاہ آپ کو مجھ سے محبت کیوں ہوئی؟ جبکہ مجھ میں ایسی تو کوئی بات نہیں تھی جس سے آپ متاثر ہوتے؟" اُس کے نہایت ہی سنجیدگی پر کیے گئے سوال پر زوہیب نے اُسے غور سے دیکھا پھر ایک لمبی سانس خارج کر کے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

"جانتی ہو یہ محبت بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے۔ جب ہونی ہوتی ہے تو کوئی فرق کوئی کمی کوئی نقص نہیں دیکھتی بس ہو جاتی ہے۔ سچ کہوں تو پہلے مجھے تم سے محبت نہیں تھی لیکن تم نے اپنی توجہ اور اپنی تمام اچھائیوں سمیت میرا دل جیت لیا۔ پتہ ہی نہیں چلا تم

کب اچھی لگنے لگی۔ پھر دل نے کہا کہ اُسے محبت ہو گئی ہے تو میں نے اپنے دل کی اس صدا پر لبیک کہہ دیا۔ میرے خیال سے محبت میں کیوں، کیا، کیسے، کب جیسے الفاظ معنی نہیں رکھتے۔ میری صرف ایک خواہش تھی، ایک تمنا کہ جو بھی لڑکی میری زندگی کا حصہ بنے وہ مجھ سے وفادار ہو، میرے والدین سے عزت و محبت سے پیش آئے۔ میں نے خود سے وعدہ کیا تھا جب ایسی لڑکی ملے گی تو اپنی ذات اُس پر نچھاور کر دوں گا اور وہ لڑکی تم تھی جس سے مجھے محبت ہونی تھی۔ میں آج اعتراف کرتا ہوں، تمہارے بغیر میں نامکمل تھا۔ تم نہ ہوتی تو شاید میں مکمل نہ ہو پاتا۔ تمہاری ذات نے میری ذات کو مکمل کیا ہے۔" پارس تو جیسے اُس کے گمبھیر لہجے میں کہیں کھو گئی تھی۔ وہ براہِ راست آج پہلی بار اس سے یوں محبت کا اظہار کر رہا تھا ورنہ وہ اپنے عمل سے ہی ظاہر کرتا تھا آج تک اس نے لفظوں کا سہارا نہیں لیا تھا۔

"شاہ آپ کی ذات نے میری ادھوری شخصیت کو مکمل کیا ہیں۔ مجھے اپنے آپ پر اعتبار کرنا آپ نے سکھایا ہیں۔ میں جو خود پر یقین کرنے لگی ہوں تو صرف آپ کی وجہ سے۔" اپنی نظریں نیچی کیے اُس نے اعتراف کیا تھا۔

****

کسی مانوس لمحے میں کسی مانوس چہرے سے

محبت کی نہیں جاتی محبت ہو ہی جاتی ہے

وہ کب سے ایک ہی زاویے میں کھڑی زوہیب کو دیکھے جا رہی تھی۔ وہ اس وقت واقعی ہوش میں نہیں تھی۔ اس کا دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، اس کی سوچوں میں اس وقت زوہیب شاہ ہی تھا۔

اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ آخر اُس نے ایسی کیا ریاضت کی تھی جس کے عوض میں اُسے زوہیب جیسے انسان سے نوازا گیا تھا۔ عزت، محبت اور چاہت بہت کم لوگوں کا نصیب ہوتی ہیں، لیکن اُسے نوازہ گیا تھا زوہیب شاہ کی صورت میں جو اُسے عزت کے ساتھ ساتھ محبت بھی دیتا تھا۔ وہ ایک ایسا مرد تھا جو ہر رشتے کو اپنے مقام پر رکھتا تھا۔ وہ رشتوں میں توازن برقرار رکھتا تھا۔ ایک ایسا بیٹا جو اپنے والدین سے حسن سلوک سے

پیش آتا اور اُن کے فیصلوں کو خیر مقدم رکھتا تھا۔ایک ایسا شوہر جو اپنی بیوی سے عزت و احترام اور محبت سے پیش آتا تھا۔وہ عورت کی عزت کرنا جانتا تھا۔

پارس کے تمام واہموں،خدشوں،وسوسوں اور اندیشوں کو زوہیب کی چاہت و محبت نے کہیں دور سلا دیا تھا۔اپنی خوش نصیبی پر وہ نازاں ہوتی تھی۔اُسے لگتا تھا وہ اتنے پیار کے قابل نہیں تھی۔زوہیب کی محبت نے اسے خاص بنا دیا تھا۔زوہیب پارس کا نصیب تھا وہ اُسے مل گیا تھا۔

"شاید میں آج کچھ زیادہ ہی ہینڈ سم لگ رہا ہوں۔"پارس کو بنا پلکیں جھپکائے اپنی طرف دیکھتا پا کر زوہیب نے مسکرا کر کہا۔

"جی...میں...وہ..."اس سے جواب نہیں بن پا رہا تھا۔سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کیا جواز پیش کرے۔اس کی چوری جو پکڑی گئی تھی۔

New Era Magazine

"نہیں دیکھ لو...جی بھر کے دیکھو یار میں منع تھوڑی کر رہا ہوں۔"خفت کے مارے پارس لال پڑ گئی تھی۔

"کہہ دو جو کہنا چاہتی ہو۔" وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔پارس کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔کیسے جان لیتا تھا وہ اس کے دل کی باتیں۔

"میں انتظار کر رہا ہوں پارس!!!"وہ اسے بولنے پر اکسا رہا تھا۔بالآخر پارس نے ساری ہمت مجتمع کر لی تھی۔

"مجھے آپ سے محبت ہے۔"کہتے ہی اس نے سختی سے اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"اتنی سی بات کہنے کے لیے اتنا وقت لے لیا۔"اُس کے شرارتی انداز پر پارس نے آنکھیں کھول کر اس کے سینے پر ہلکا سا مکا رسید کیا۔یہ تو پارس ہی جانتی تھی یہ بات کہنا اُس کے لیے اتنا آسان تو نہیں تھا۔شرم و حیا بیچ میں جو آڑے آجاتی تھی۔

New Era Magazine

"آپ کے میری زندگی میں آنے سے قبل میری زندگی بے کیف سی، بے رنگ سی تھی لیکن اب پر کیف سی اور رنگوں سے مزین ہے۔ شکریہ میری زندگی کو رنگوں سے بھرنے کے لیے۔" پارس نے سکون سے پلکیں موند کر اس کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔ زوہیب نے نرمی سے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔

تو جو قریب ہے

میرا نصیب ہے

تم جب گلے لگاتے ہو

ہر غم بھول جاتی ہوں

(از خود)

New Era Magazine

"جب میں تمہاری طرف دیکھتا ہوں تو بہت خوشی محسوس کرتا ہوں۔ شکریہ میری زندگی میں آنے کے لیے۔"اس کے محبت کے اظہار کا ہر انداز نرالا ہوتا تھا۔

بعض اوقات محبت کا اظہار کرنا بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔رشتوں میں محبت کا اظہار کر دینے سے مان بڑھ جاتا ہے۔ایک دلفریب سا احساس دل کی سرزمین پر پروان چڑھتا ہے۔پھر چاہے وہ کسی بھی رشتے کی صورت میں ہو۔بے شک محبت لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی لیکن کبھی کبھی اس کا اظہار ضروری بھی ہوتا ہے۔

****

سالوں سال گزرتے گئے تھے آج آئینہ ایک مکمل ڈاکٹر بن گئی تھی۔پورے کیمپس میں آئینہ نے فرسٹ پوزیشن لی تھی۔اس کے کالج میں آج کنووکیشن سیریمنی تھی۔ جس میں تمام پیرینٹس کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔انہیں میں زوہیب اور پارس بھی آگے کی چیئرز پر بیٹھے تھے۔ سارا انتظام آڈیٹوریم میں کیا گیا تھا۔

The first position holder award goes to miss "

"!!!Ainah shah

اس آواز پر پورا آڈیٹوریم تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔

I would like to call miss Aina Shah, please "

".come on the stage

بلیک گاؤن اور سر پر کیپ پہنے وہ سامنے کی قطار میں بیٹھی تھی جب اس کا نام لیا گیا تو وہ اٹھ کر اسٹیج کی جانب بڑھی تھی۔ کافی رشک بھری نگاہیں اس کی طرف اٹھی تھیں۔ خوشی کا ایک چمکتا آنسو پارس کی آنکھوں سے ٹپکا تھا۔

New Era Magazine

کئی میڈلز آئینہ کے گلے کا ہار بنے تھے۔ٹرافیاں، سرٹیفکیٹ اور پرائز سے اسے نوازہ گیا تھا۔سب کا شکریہ ادا کرتی وہ ایک بار پھر تالیوں کے شور میں نیچے اتری تھی۔

یک کے بعد دیگر اسٹوڈنٹس کو بھی باری باری اسٹیج پر بلایا گیا تھا۔

ڈائس پر پارس کا نام پکار کر اسے وہاں آنے کی دعوت دی گئی تھی تاکہ وہ اپنے نظریات لوگوں سے شئیر کر سکے۔پارس نے حیرانی و پریشانی سے سامنے دیکھا پھر اپنے بازو میں بیٹھے زوہیب کو جو نرمی سے پلک جھپک کر اسے جانے کے لیے اشارہ کر رہا تھا۔

"تم کر سکتی ہو پارس۔"اس کے کہے گئے جملے پر وہ ہلکا سا مسکرائی پھر اسٹیج کی طرف بڑھی۔

سامنے کی قطار میں بیٹھی ہوئی آئینہ نے تھوڑا سا مڑ کر زوہیب کو تھمبس اپ کا اشارہ کیا تھا۔زوہیب بھی ہلکا سا سر کو خم کر کے سامنے کی جانب متوجہ ہوا تھا جہاں اب پارس

مائک کے سامنے کھڑی تھی۔یہ ساری پلاننگ آئینہ کی کی ہوئی تھی۔اس نے پہلے ہی اپنی ٹیچر سے بات کرلی تھی اوراس سب میں اپنے باپ کو بھی شامل کرنا ضروری سمجھا تھا۔

سارا آڈیٹوریم اس وقت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔پارس نے ایک نظر اپنے شوہر اور بیٹی پر ڈالی جو اسے حوصلہ افزا انداز میں مسکرا کر دیکھ رہے تھے پھر دوسری نظر وہاں موجود لوگوں پر اور اپنی بات کا آغاز کیا۔

"اسلام و علیکم!!!سب سے پہلے میں آپ سب لوگوں کا شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات شئیر کرنے کا موقع دیا۔"اس نے وہاں موجود اساتذہ اور لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔

"الحمدللہ میں آج بہت خوش ہوں۔آج میری بیٹی آئینہ نے میرا سر فخر سے بلند کردیا ہے۔اس نے میرے ادھورے خواب کو مکمل کردیا ہے،ایک تعبیر دی ہے۔میں

مزیداس کی کامیابیوں کے لیے رب سے دعا گو ہوں۔"اس کی آنکھوں کے گوشے خوشی سے بھیگ گئے تھے۔

"میں آپ سب کا زیادہ وقت نہیں لوں گی بس ہمارے معاشرے اوراس کی سوچ کو لے کر کچھ باتیں ہیں جو آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔آج جہاں ہم اپنی اولاد کو تعلیم سے فیض یاب کروارہے ہیں وہیں آج ایسی بھی دقیانوسی سوچ کے حامل لوگ ہیں جو بیٹی کو زیادہ تعلیم دلانا صحیح نہیں سمجھتے۔ان کی نظر میں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ان کے خیالات منفی سمت میں دوڑتے ہیں۔کہیں ہماری بیٹی غلط راستوں پر گامزن نہ ہو جائے۔کہیں وہ خودسر باغی نہ ہو جائے۔ساتھ ہی برادری والوں کا معاشرے کا ڈر لاحق ہو جاتا ہے۔میرے رشتے دار کیا کہیں گے؟؟ برادری والے کیا کہیں گے؟ کیوں؟؟؟ کیا آپ کو اپنی تربیت پر بھروسہ نہیں؟ اعتماد نہیں؟ اپنی بچیوں کے کچے ذہنوں میں بچپن سے ہم جو بات ڈالتے ہیں وہ ان کے ذہنوں پر چسپاں ہو جاتی ہے۔ان کی تربیت اس انداز میں کیجیۓ کہ وہ کوئی بھی غلط اقدام اٹھانے سے پہلے سودفع سوچے۔ آج کل ہم اپنی بچیوں کے دل ودماغ میں صرف اس سوسائٹی کا بے جا ڈر ڈالنے کی بجائے خوف خدا بٹھائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔اُنہیں اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ تم ہماری عزت

New Era Magazine

ہو۔تمہارے قدم لڑکھڑائے تو ہم برادری میں کیا منہ دکھائیں گے،ان سب باتوں کی بجائے انہیں یہ درس دیا جائے کہ گھر والوں کی عزت سے پہلے،ماں باپ بھائی بہن کی عزت سے پہلے،یہ عزت تمہارا خود کا قیمتی سرمایہ ہے اسے بے مول نہ ہونے دو۔دنیا تو دنیا ہے یہ سماج جینے نہیں دے گا لیکن اس سے پہلے اپنی آخرت کی فکر کرو۔اُس رب کو کیا جواب دو گی جب اُس کی بارگاہ میں حساب دینے کا وقت آئے گا۔یہ جو ماں باپ بھائی کہتے ہیں ناہماری عزت رسوا ہو گئی ہماری غیرت کا جنازہ نکل گیا مانتی ہوں انہیں بھی دکھ ہوتا ہے لیکن وقتی ہوتا ہے۔یہ لوگ آگے بڑھ جاتے ہیں جبکہ لڑکی کو ہر قدم پر اس کی غلطی کو باور کروایا جاتا ہے۔وہ اگر سب کچھ بھول کر سدھر کے آگے بھی بڑھنا چاہتی ہے تو اس کے ماضی کا سیاہ باب کھول کر طمانچے کی صورت اس کے منہ پر مارا جاتا ہے۔یہاں ہر کوئی اپنے حصے کا دکھ خود سہتا ہے،وہ بھی سہتی ہے کچھ بول نہیں سکتی کیوں کہ غلطی کی تھی تو زندگی کے ہر قدم پر اس کی سزا بھی بھگتنی ہے۔بچیوں کو یہ بتایا جائے کہ جس طرح پیدا ہوتے وقت ایک سفید نرم بے داغ کپڑے میں تمہیں لپیٹا گیا تھا اُسی طرح مرتے دم تک اپنے آپ کو داغدار نہیں ہونے دینا ہے یہاں تک کہ تمہارا وجود سفید کفن میں لپٹ کر سپردِ خاک کر دیا جائے۔اپنی عزت کی محافظ تم خود ہو۔اپنے آپ کو ایسے عمل کرنے سے خود روکنا ہے کہ کسی کی غلیظ نظریں تم پر نہ

اٹھے۔اپنی بچیوں کو دنیاوی تعلیم دلانے کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی تعلیم دینا بہت ضروری ہے۔اور یہ تعلیم ایک جاننے والی ان باتوں کا علم رکھنے والی ماں ہی دے سکتی ہے جسے ان سب باتوں کا علم ہو۔ایک عورت آنے والی آئندہ نسلوں کی امین ہوتی ہے۔عورت اگر اپنی اولاد کو صحیح انداز میں تربیت دے گی چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی تو ہمارا نظام خود بخود صحیح چلے گا۔ تعلیم سے آراستہ اور دین سے جڑی عورت جس طریقے سے لڑکے کی تربیت کرے گی تو وہ اپنے آپ کو حاکم نہیں سمجھے گا بلکہ خود کو عورت کا محافظ اور ساتھی سمجھے گا۔وہ خود بخود عورت کی عزت کرے گا اس کی حرمت کی پامالی نہیں۔ بالکل اسی طرح لڑکی کو تربیت دے گی وہ اپنی عصمت کی حفاظت کرے گی،اس کی عزت اس کی پہلی ترجیح ہو گی وہ نسلوں کی امین ہو گی۔ایک بہت ہی غور طلب اور اہم بات کہنا چاہوں گی،اپنی بیٹیوں کو تاریکی میں روشنی کرنے والی شمع بنائیں جو نسلوں کو منور کردیں۔"ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔وہ کچھ لمحوں کے لیے رکی تھی۔

"آج آپ کو ایک بات بتاتی چلوں۔میں کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں ہوں۔میں نے صرف پرائمری اسکول پڑھی ہے۔میری مثال آپ کے سامنے ہے میں اس درد سے گزری ہوں۔میں ایک احساس کمتری کا شکار لڑکی تھی۔اعتماد مجھ میں سرے سے مفقود

New Era Magazine

تھا۔میں جو آج یہاں اتنے بڑے مجمع کے سامنے پر اعتماد سی کھڑی ہوں، کیا آپ جاننا چاہیں گے کس کی بدولت ؟"اس کے الفاظ میں گم اسے سب بڑے غور سے سن رہے تھے۔زوہیب تو پلکے جھپکانا تک بھول گیا تھا۔

"کہتے ہیں ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔لیکن میرے معاملے میں الٹا ہے۔میں یہاں اپنے آپ کو کامیاب نہیں کہہ رہی بلکہ یہ بتانا چاہ رہی ہوں کہ مجھ میں جو مثبت تبدیلیاں آئی ہیں،میں جو اپنے آپ پر اعتماد کرنے لگی ہوں تو صرف اور صرف اپنے شوہر کی وجہ سے۔مجھ میں آنے والی مثبت تبدیلیوں کے پیچھے میرے شوہر کا ہاتھ ہے۔میرے پاس ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں اور سوچتی ہوں کبھی مجھے وہ الفاظ مل بھی نہیں سکتے۔مجھے سمجھ میں نہیں آتا کس طرح ان کا شکریہ کروں۔میرے پاس لفظ نہیں ہیں سوائے ان تشکر بھرے آنسوؤں کے۔"نمی تیرتی آنکھوں سمیت اس نے زوہیب کی جانب دیکھا تھا۔وہ تو بالکل فریز ہو گیا تھا کہاں، کیسے، کس انداز اور کن لفظوں میں معتبر کر گئی تھی وہ اسے۔زوہیب کو محسوس ہوا اس کی آنکھ کے گوشے بھی بھیگ گئے ہیں۔آئینہ بھی اپنے آپ پر ضبط نہیں کر پائی

New Era Magazine

تھی۔آئینہ کواپنے ماں باپ کی محبت مثالی لگتی تھی۔وہ اپنے پیرنٹس کے کپل کو آئیڈیلائز کرتی تھی۔

"آخر میں بس اتنا کہنا چاہوں گی کہ اپنی اولاد کی تربیت اس انداز میں کیجیے کہ آپ کا سر فخر سے بلند رہے شرم سے جھکا نہیں۔" سارا ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔

پارس کواس وقت اپنے ابا بڑی شدت سے یاد آئے تھے۔"کاش ابا آپ اس وقت ہوتے تو دیکھتے میں نے آپ سے کیا گیا اپنا وعدہ پورا کیا۔آج آپ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے میری بیٹی نے میرے ادھورے خوابوں کو مکمل تعبیر دی ہے۔"

وہ ڈائس سے آکر اپنی جگہ پر آبیٹھی تھی۔کچھ لمحے گزرے تھے جب اسے زوہیب کی آواز سنائی دی۔

"تم میرے لیے نعمت ہو پارس۔ میں رب کا شکر گزار ہوں جو اس نے مجھے تمہارے جیسی رفیق حیات سے نوازا۔ تم بہت قیمتی ہو بہت.... میں نصیب والا ہوں کہ مجھے تمہارا ساتھ نصیب ہوا۔" اس کا لہجہ بھاری تھا لیکن آواز بہت دھیمی اور نظریں سامنے تھیں۔

"آپ میرا نصیب ہیں شاہ... میری مانگی گئی دعاؤں کا ثمر۔" اس کی ٹھوڑی اس کے سینے سے چپکی ہوئی تھی گویا بہت ضبط کیے بیٹھی ہو۔ نم آنکھوں کی پلکوں سے ایک آنسو اس کے عارضوں پر لڑھکا تھا جسے پارس نے اپنی ہتھیلی میں جذب کر لیا تھا۔

کچھ ساعتوں بعد دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو مڑ کر دیکھا تھا، دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کے دل کا حال اور جذبات اس وقت شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ کہنے کے لیے الفاظ باقی نہیں رہے تھے کیونکہ اس مقام پر اس لمحے میں سارے الفاظ، سارے جملے ہیچ تھے بے معنی تھے۔ پھر دونوں نے خوشی کے آنسوؤں سے بھری آنکھیں سامنے کی جانب اٹھائی تھیں جہاں ان کی بیٹی آئینہ موجود تھی، جس نے اپنی ماں کے خوابوں کو تعبیر دی تھی۔

New Era Magazine

****

پارس نے خوشی کے آنسوؤں سمیت اپنی بیٹی آئینہ کا ماتھا چوما اور اسے سینے سے لگا لیا۔ دونوں کا ہی دل بہت بھاری ہو رہا تھا۔ بالکل بھی لفظوں کا تبادلہ نہیں ہوا تھا۔ آئینہ آج جو بھی تھی، جس عہدے پر بھی فائز تھی صرف اور صرف اللہ کے کرم سے اور پھر اپنے پیرنٹس کی بدولت۔ آج ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر کے وہ اپنے پیروں پر کھڑی تھی۔ اس نے اپنے ماں باپ کا سر فخر سے بلند کر دیا تھا۔

"آج اپنی ماں کی کچھ باتیں ذہن نشین کر لو آئینہ۔ تم جو آج ڈاکٹر بنی ہو صرف اسی لیے نہیں کہ تم چاہتی تھی بلکہ اللہ چاہتا تھا۔ اس نے تمہیں چنا ہے اس کی مخلوق کا مسیحا بننے کے لیے۔ اس نے اپنی مخلوق کی مسیحائی کا ذریعہ تمہیں بنایا ہے۔ کبھی بھی اپنے پیشے پر غرور و تکبر مت کرنا بلکہ لوگوں کے دل جیتنے کی کوشش کرنا۔ اپنے ضمیر کو کبھی سونے مت دینا۔ اپنے ضمیر اور پیشے کا سودا مت کرنا۔ اگر کوئی مریض آدھی رات کو بھی تمہارا دروازہ کھٹکھٹائے تو اپنا فرض پورا کرنے کے لیے تیار رہنا، کبھی بھی سستی و کاہلی

New Era Magazine

مت کرنا۔ تمہارا تو پیشہ ہی خدمت خلق کا ہے۔ دھیان رکھنا تمہارے طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہوا گر کوتاہی ہو گئی تو پچھتاوے اور ملال کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔ تمہارا ضمیر ہر وقت تمہیں کچوکے لگاتا رہے گا۔ کبھی غفلت مت برتنا۔ تمہیں خدا کی بارگاہ میں اپنے ہر عمل کو لے کر جواب دہ ہونا ہے۔ چند پیسوں کے عوض اپنے رب کو ناراض مت کرنا، اپنی دنیا و آخرت کو برباد مت ہونے دینا۔ یہ بات بھی دھیان میں رکھنا کہ تمہاری عزت اور حفاظت تمہاری پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔ مجھ سے وعدہ کرو تم پوری ایمانداری سے اپنا فرض نبھاؤ گی۔" پارس نے نرمی سے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو آئینہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"میں وعدہ کرتی ہو مما ہر حال میں اپنا فرض نبھاؤں گی۔"

زوہیب نے مسکرا کر ان دونوں ماں بیٹی کو دیکھا۔ ہر بار کی طرح زوہیب نے آج بھی اعتراف کیا تھا پارس واقعی ایک اچھی ماں تھی۔ اس نے اپنی بیٹی کی تربیت بہت اچھی طرح سے کی تھی۔

****

نصیب والوں کے نصیب میں زوہیب شاہ جیسا شخص ہوتا ہے اور پارس نصیبوں والی تھی۔ وہ دونوں ایک دوجے کے لیے بنے تھے، وہ ایک دوجے کے لیے بنائے گئے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو مکمل کرتے تھے۔ وہ دونوں آئیڈیل کپل تھے۔ وہ اگر آئیڈیل بیٹا، شوہر، باپ تھا تو وہ بھی ایک آئیڈیل بیٹی، بیوی، بہو اور ماں تھی۔

وہ ان مردوں میں سے نہیں تھا جو عورتوں پر جبراً اپنے فیصلے مسلط کرتے ہیں۔ وہ عام مرد تھا لیکن وہ پارس کے لیے بہت خاص تھا۔ اس سے چھوٹی موٹی باتوں پر جھگڑا بھی کرلیتا لیکن حد سے نہیں گزرتا۔ آپس میں میاں بیوی والی لڑائی اور نوک جھوک ان کی بھی ہوتی لیکن پھر بھی ان دونوں کا کپل ایک آئیڈیل کپل تھا۔ کیا ہوا جو وہ اس سے بار بار اظہار محبت نہیں کرتا تھا لیکن اس کی پرواہ تو کرتا تھا۔ اس کے پرواہ کرنے کا انداز اس کے اظہار محبت کی گنجائش نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس کے دور جانے پر اداس ہو جاتا تھا۔

ہمیں کسی ایسے شخص کی ضرورت نہیں ہوتی جو ہمیں مکمل کرے بلکہ ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں مکمل طور پر ویسے ہی قبول کرے جیسے ہم ہیں۔ ہماری

New Era Magazine

خامیوں کو تنقید کا نشانہ نہ بنائے بلکہ اگر ہم میں کوئی بدلاؤ لانا چاہے تو پیار اور محبت سے سمجھائے۔

زوہیب اور پارس دونوں ہی اپنے آپ میں مکمل نہیں تھے لیکن ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کو مکمل کیا تھا۔

وہ رالف مارسٹن نے کتنی پیاری بات کہی ہے ناں.....

"You were born to be real, not to be perfect. You are here to be you, not to live someone else's life"!!!

(آپ کامل ہونے کے لئے نہیں، حقیقی بننے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔آپ کسی اور کی زندگی گزارنے کے لئے نہیں،آپ بننے کے لئے یہاں ہیں۔)

New Era Magazine

مکمل کوئی بھی انسان نہیں ہوتا، اور ہم حقیقت پسند بننے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، مکمل ہونے کے لیے نہیں۔ زندگی میں ہم مکمل انسان کی تلاش میں سر گرداں ہوں گے تو تنہا ہی رہ جائیں گے اور یہ دنیا تنہا جینے نہیں دیتی، ہمارے تنہا جینے کے بھی جواز مانگتی ہے کئی سوال اٹھاتی ہے۔ اپنے بہتر نصیب کی رب سے دعا کیا کریں اور اپنے نصیب کے ساتھ خوش رہنا سیکھیں۔

****

❤ختم شدہ❤

نوٹ

میر انصیباں از احمرین شیخ پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کیلیئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلیئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

New Era Magazine